فروری
2022ء

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿٥﴾ (القرآن:54)

ماھنامہ

# حکمتِ بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 16 | وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَھَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القران) | رجب : 1443ھ

شمارہ : 02 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) | فروری : 2022ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

# حکمتِ بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

**مشاورت**
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبد اللہ ابراہیم

**مدیر معاون و نگران طباعت:** مفتی عطاء الرحمٰن

**انتظامی امور:** ملک نذر حسین

**قانونی مشاورت:**
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 600 روپے | معمول کا شمارہ: 60 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِ تعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَ هَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

# مشمولات


| | | | |
|---|---|---|---|
| قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات | 1 | | 3 |
| بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات | 2 | | 5 |
| حرفِ آرزو | 3 | انجینئر عبداللہ اسماعیل | 6 |
| قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح | 4 | انجینئر مختار فاروقی | 9 |
| ...... مطالعہ سورۃ الکھف (2) | 5 | محمد نعمان اصغر | 25 |
| تربیت اولاد کے اسلامی اصول (3) | 6 | حافظ خالد حیات محمود | 44 |
| کیا پہنیں؟ کیا نہ پہنیں؟ | 7 | ع ۔ ت بنت فاروقی | 46 |
| انجمن کی سالانہ رپورٹ 2021ء | 8 | | 50 |
| یادِ فاروقی | | پروفیسر خلیل الرحمٰن، پروفیسر سلطان الطاف علی، قرۃ العین خان، پروفیسر مہر غلام سرور، مولانا عبدالقہار، مولانا سید علی شاہ حقانی، مولانا محمود الرشید حدوٹی، عبداللہ ابراہیم | 55 |


ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

# قرآن مجید
کے ساتھ
# چند لمحات

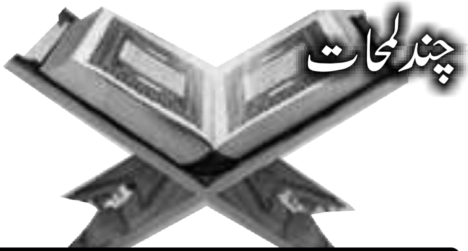

| | | |
|---|---|---|
| (02) | اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ | آیات |
| سورۃ البقرۃ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | 179-177 |

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ

**نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب کی طرف منہ کرلو**

وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ وَالۡکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ

**بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر**
**اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں**

وَاٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ

**اور مال دیں، باوجود عزیز رکھنے کے، رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو**

وَابۡنَ السَّبِیۡلِ وَالسَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ

**اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں)**

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا

**اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں**
**اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں**

وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ

اور سختی اور تکلیف اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى

اے ایمان والو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص

(یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى

(اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ

اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے

فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ

تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا

اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ

یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے آسانی اور مہربانی ہے

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لیے دکھ کا عذاب ہے

وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور اے اہل عقل! (حکمِ) قصاص میں تمہاری زندگانی ہے کہ تم (قتل و خونریزی سے) بچو

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

## قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

**تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ**

(لوگو!) تم اپنے نسب سے متعلق اتنی معلومات حاصل کرو

(یعنی اپنے آباء واجداد، چچا اور ماموں اور دیگر

رشتہ داروں کی اس قدر جان پہچان حاصل کرو)

**مَا تَصِلُونَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ**

جس کے ذریعے تم اپنے رحمی رشتوں کو ملاؤ

**فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ**

کیونکہ رشتہ داری کو ملانا (صلہ رحمی کرنا)

**مَحَبَّةٌ فِى الْأَهْلِ،**

اپنے لوگوں میں محبت کا ذریعہ ہے،

**مَثْرَاةٌ فِى الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِى الْأَثَرِ**

مال میں کثرت کا سبب ہے، اور عمر (زندگی)

میں اضافے (اور برکت) کا موجب ہے

(ترمذی ، عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ)

ے زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

# حرفِ آرزُو

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

## مسلمانوں کی خلافت میں سب سے بڑی رکاوٹ کون؟

مسلمانوں کی حکومت، دین کا غلبہ، شریعت کا نفاذ اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا قیام ہر مسلمان کا دیرینہ خواب ہے، اہل ایمان کی ایک تعداد اس نیک مقصد کے لیے اپنے تن من دھن کو قربان کیے ہوئے ہے، لیکن ہنوز منزل قریب نظر نہیں آ رہی، محنت جاری ہے لیکن کامیابی حاصل نہیں ہو رہی۔ یقیناً کچھ رکاوٹیں ہیں جو اس راستے میں حائل ہیں۔ کچھ رکاوٹیں تو واضح ہیں جیسا کہ شیطان یعنی ابلیس لعین جس نے اپنی زندگی کا مقصد ہی ابن آدم کو گمراہ کرنا ٹھیرا لیا۔ وہ تو انفرادی طور پر ایک ایک انسان کے پیچھے ہے کجا یہ کہ انسان مل کر اپنا اجتماعی نظام اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق کرلیں۔ اس نے اللہ رب العزت کے سامنے قسم کھائی تھی اور پھر وہ اور اس کی ذُرّیت مسلسل انسانوں کو گمراہ کرنے میں مشغول ہیں اور اس معاملے میں کبھی تھکتے یا مایوس نہیں ہوتے۔ لیکن یہ رکاوٹ سب سے بڑی رکاوٹ نہیں ہے۔ انسانوں میں سے اسلام دشمنی میں سب سے بڑا گروہ یہود ہے۔ یہ بھی اسلام کے غلبے میں رکاوٹ ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جس نے جانتے بوجھتے بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھی قتل کرنے کا دعویٰ کیا اور آنحضور ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہوئے بھی ان پر ایمان نہیں لائے اور انھیں بھی قتل کرنے کی سازشیں کیں، آپ ﷺ سے معاہدہ کیا اور پھر اس کی خلاف ورزی کی، اسلام کے آغاز

سے آج تک یہ گروہ مسلمانوں کے خلاف مسلسل سازشوں میں مصروف ہے۔ نیکی کے کام میں رکاوٹ ہے اور بدی کو پھیلانے میں آگے آگے ہے مگر ــــــ یہ گروہ بھی غلبہ اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۂ نور کی آیت 55 میں ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

’’وعدہ کرلیا ہے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں کہ وہ ان کو لازماً زمین میں خلافت عطا کرے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی اور ان کے لیے اس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے اس کے بدلے انھیں ضرور امن عطا کرے گا (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔‘‘

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا ہر ہر حرف سچا ہے اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کوئی نہیں۔ لہٰذا اس آیت کی روشنی میں مسلمانوں کی خلافت میں سب سے بڑی رکاوٹ شیطان یا یہود نہیں بلکہ ـــــ خود مسلمان ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پورا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ خود مسلمانوں کا ایمان اور عمل صالح سے تہی دست ہونا ہے۔ اس آیت سے تو یہی مفہوم نکلتا ہے کہ ہر وہ مسلمان جو ایمان اور عمل صالح کے تقاضے ادا نہیں کر رہا وہی اس وعدے کی تکمیل میں رکاوٹ بن رہا ہے، وہی مسلمانوں کی خلافت کی راہ میں حائل ہے، وہی دین کے غلبے کے راستے کا پتھر ہے، وہی شریعت کے نفاذ کے خلاف ہے اور وہی نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے قیام کو پسند نہیں کرتا۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ ابلیس اور یہود وغیرہ بھی اس راستے کی رکاوٹیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے ہٹ کر صرف مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد کے صحیح معنی میں ایمان اور عمل صالح کے

تقاضے پورے کرنے پر خلافت کا وعدہ کیا ہے۔ لہٰذا اس وعدہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہم مسلمان خود ہیں جو انفرادی سطح پر بھی دین پر عمل نہیں کر رہے۔ خلافت کس طرح ایسے مسلمانوں کے حوالے کر دی جائے جو انفرادی سطح پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمان ہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا ہوگا کہ کیا ہم مسلمانوں کی خلافت کے قیام کی اس شرط کو پورا کر رہے ہیں؟ ہر شخص غور کرے کہ میں تو اسلام کے غلبے کی راہ میں رکاوٹ نہیں؟ اگر میں ایمان اور عمل صالح کے تقاضے پورے نہیں کر رہا تو یقین کیجیے کہ میں بھی رُکاوٹ ہوں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان اور عمل صالح کے تقاضے ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے تاکہ ہمارا نام مسلمانوں کی خلافت کے راستے میں رکاوٹ بننے والوں کی فہرست سے نکل جائے اور احیائے اسلام اور غلبہ اسلام کے لیے جدوجہد کرنے والے خوش نصیب لوگوں کی فہرست میں شامل ہو جائے۔ آمین

خدائے لَمْ یَزَل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی ، مکیں آنی ، ازل تیرا ، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

# دورۂ ترجمۃ القرآن

## قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس : انجینئر مختار فاروقیؒ

## سُورَةُ البَقَرَة

### تمہید

قرآن مجید میں جو سب سے بنیادی اکائی ہے وہ ہے آیت۔ آیت کے لفظی معنی ہیں نشانی۔ کسی عام کتاب یا تحریر میں جسے ہم جملہ کہتے ہیں یا انگریزی میں SENTENCE کہتے ہیں وہ ایک مکمل کلام ہوتا ہے جس سے کوئی مفہوم نکل رہا ہوتا ہے جبکہ آیت ایسی نہیں ہے۔ جیسے الٓمٓ ایک آیت ہے، حروفِ مقطعات ہیں، اس کا معنی کوئی نہیں جانتا۔ گرائمر کے اعتبار سے یہ کلامِ ناقص ہے اس سے فائدہ حاصل نہیں ہو رہا کہ کوئی مطلب نکل رہا ہو لیکن آیت ہے۔ آیت کے معنی نشانی ہے اور اس سے جو حاصل ہوتا ہے کہ جب آدمی قرآن مجید پڑھتا ہے تو آدمی کو اللہ کی یاد، اللہ کی پہچان، اللہ کی معرفت، آخرت کا احساس پیدا ہوتا ہے جیسے علامہ اقبال نے بھی کہا ہے:

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

یہ چیزیں انسان کو ابھارتی ہیں انسان کے اندر کے تار کو چھیڑتی ہیں اور آدمی کے اندر اللہ کی محبت اور آخرت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ تو بنیادی طور پر قرآن مجید کی جو اکائی ہے وہ آیت ہے۔

آیتوں کا مجموعہ سورتیں کہلاتی ہیں۔ کم سے کم کسی سورۃ میں جو آیتیں ہیں وہ تین ہیں اور زیادہ سے زیادہ جیسے سورۃ البقرہ کی، 286 آیتیں ہیں۔ اس حوالے سے جو بات ذہن میں رکھنی

چاہیے کہ آیتوں کی بناوٹ کہ کہاں سے آیت شروع ہوتی ہے کہاں ختم ہوتی ہے اور پھر سورتوں کی تشکیل کہ کتنی آیتوں کا مجموعہ کون سی سورۃ بنتی ہے، یہ توقیفی اُمور ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے مطابق طے کر دیے گئے ہیں، اس میں کسی شخص کی عقل اور کسی انسانی ذہن کو دخل نہیں ہے جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا اس پر یہ بات موقوف ہے کہ یہ آیت ہے یہ سورۃ ہے۔

پھر قرآن مجید کی ایک تقسیم نزول کے اعتبار سے ہے۔ قرآن مجید کا وہ حصہ جو نبی اکرم ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوران نازل ہوا، وہ مکی قرآن کہلاتا ہیں اور وہ حصہ اور سورتیں جو مدینہ میں قیام کے دوران نازل ہوئیں وہ مدنی قرآن کہلاتا ہے۔ مکی قرآن مجید تقریباً دو تہائی ہے اور مدنی قرآن مجید ایک تہائی سے تھوڑا سا کم ہے۔ گویا کہ قرآن مجید کا زیادہ حصہ مکے کے 13 سالوں میں نازل ہو چکا۔

قرآن مجید کی جو موجودہ ترتیب ہے جو دو گتوں کے درمیان ایک کتاب کی شکل میں ہے اس میں ایسا نہیں ہے کہ جس ترتیب سے قرآن نازل ہوتا رہا اس ترتیب سے درج کر دیا گیا ہو۔ پھر ایسا بھی نہیں ہے کہ اس میں مکی سورتیں پہلے ہوں اور مدنی سورتیں بعد میں درج کر دی گئیں ہوں۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ سب سے بڑی سورت پہلے رکھ دی گئی ہو اور سب سے چھوٹی سورت اخیر میں رکھ دی گئی ہو بلکہ جو اس وقت ترتیب ہے وہ یہ ہے مکی سورتیں پھر مدنی سورتیں پھر مکی سورتیں پھر مدنی سورتیں......۔ اس طریقے پر یہ گروپس کی شکل میں گڈمڈ ہیں۔ مکی اور مدنی سورتوں کی اس ترتیب میں بھی اہل علم نے غور و فکر کیا ہے۔ ماضی قریب کی ایک شخصیت مولانا حمید الدین فراہی صاحبؒ نے جو تفاسیر لکھی ہیں اس میں انہوں نے رہنمائی کی ہے اور پھر ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی نے اس پر جو کام کیا ہے واقعتاً وقیع اور قابل قدر ہے۔ قرآن مجید کی اس ترتیب میں بھی ایک معنوی حسن ہے۔ معنی اور مفہوم کے لحاظ سے قرآن مجید کے سات گروپس بنتے ہیں وہ گروپ اس طرح بنتا ہے کہ ایک یا ایک سے زائد مکی سورۃ ہوتی ہے اور ایک یا ایک سے زائد مدنی سورۃ ہوتی ہے یہ مل کر ایک گروپ بنتا ہے۔ پہلا گروپ شریعت کا گروپ ہے، اس میں سورۃ فاتحہ مکی سورۃ ہے اگرچہ بہت چھوٹی سی ہے لیکن معنویت کے لحاظ سے یہ پورے قرآن کے مساوی ہے اس کا معنوی حجم بہت بھاری ہے۔ اس کے ساتھ جو مدنی سورتیں ملائی گئی ہیں وہ چار طویل ترین

مدنی سورتیں ہیں: سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ (سوا چھ پارے)۔ یہ گروپ شریعت کا گروپ کہلاتا ہے۔ شریعت کا معنی راستہ، جس سے 'شارع' لفظ بنا ہے۔ جیسے ابھی سورۃ فاتحہ میں ہم نے اللہ سے درخواست کی ہے کہ اے اللہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ صراط کے معنی بھی راستہ (صراطِ مستقیم) اور شریعت کے معنی بھی راستہ۔ حتیٰ کہ جو تصوف کے لیے لفظ 'طریقت' استعمال ہوتا ہے اس کا معنی بھی راستہ ہے۔ طریق کا معنی راستہ۔ اصل میں ساری زندگی ایک سفر ہی ہے جو انسان کر رہا ہے، اس کے لیے مختلف نام ہیں مختلف LEVELS ہیں حتیٰ کہ تصوف کی اگلے درجے کی اصطلاح سلوک ہے سلوک کے معنی بھی چلنا اور مسلک کا معنی راستہ ہے۔ اللہ سے ہم نے سورۃ فاتحہ میں درخواست کی ہے کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا اس کے بعد جو سورتیں آ رہی ہیں اس میں رہنمائی موجود ہے کہ وہ راستہ جو تم اللہ سے طلب کر رہے ہو تم چاہ رہے ہو کہ وہ راستہ تمہیں ملے وہ ان سورتوں میں درج ہے۔

پھر ان چار مدنی سورتوں میں سے پہلی دو سورتیں یعنی سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران، ان میں کئی مشابہتیں بھی ہیں ایک مشابہت تو بالکل واضح ہے کہ دونوں کا آغاز حروفِ مقطعات میں سے الٓمّٓ سے ہے۔ پھر ایک COMPLIMENTARY مشابہت یہ ہے کہ سورۃ البقرہ میں اہل کتاب کے ایک گروہ یہود سے خطاب ہے اور پھر اہل ایمان سے خطاب ہے اور سورۃ آل عمران میں اہل کتاب کے دوسرے گروہ نصاریٰ سے خطاب ہے اور اس کے ساتھ پھر جہاد کا ذکر بھی ہے اور اِنفاق کا ذکر بھی ہے، دوسری باتوں کا ذکر ہے۔ ایک یہ نسبت ان کے درمیان موجود ہے۔ اور پھر نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ قیامت کے دن یہ دو سورتیں سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران دو بدلیوں کی شکل میں آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی۔ تو یہ ان کی ایک اہمیت ہے۔ پھر ان دونوں سورتوں کے درمیان ایک مشابہت یہ ہے کہ ان دونوں کا اوّل اور آخر انتہائی اہم مضمون پر مشتمل ہے۔ ادب کی دو قسموں نثر اور نظم میں سے نثر میں تو ہم اس کی مثال تلاش نہیں کر سکتے لیکن نظم میں یہ بات بہت واضح ہوتی ہے کہ کسی بھی نظم یا شعری قصیدہ کا اوّل و آخر سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے جو مقطع اور جو اس کا ابتدائے کلام ہے وہ بہت ہی اہم ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ دو سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران اس کی سب سے بڑی مثال ہیں کہ ان

دونوں سورتوں کے آغاز میں انتہائی اہم مضامین بیان کیے گئے ہیں اور اسی طرح دونوں کے اختتام میں بھی بہت اہم مضامین آئے ہیں۔

## سورۂ بقرہ کے ابتدائی 14 رکوع کا خلاصہ

سورۂ بقرہ تقریباً ڈھائی پاروں پر مشتمل ایک ہی سورت ہے۔اس کے چالیس رکوع ہیں اور 286 آیتیں ہیں۔اس کے ابتدائی چودہ رکوعوں کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے دو رکوع میں ان تین گروہوں کا ذکر ہے جو سورۂ فاتحہ میں صراطِ مستقیم کے حوالے سے ذکر کیے گئے ہیں: ایک منعم علیہ گروہ ہے، دوسرا مغضوب علیہم گروہ ہے اور تیسرا گروہ وہ ہے جو بین بین ہے۔ایک گروہ وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول کرلیا ہے ایمان لے آئے ہیں۔دوسرا وہ ہے جس نے انکار کردیا ہے۔تیسرا گروہ وہ ہے جو زبان سے کہہ رہے ہیں لیکن عمل نہیں کررہے۔تیسرے رکوع میں قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ بیان ہوا ہے۔یہ سورۂ بقرہ مدنی سورت ہے اور اس سے پہلے دو تہائی قرآن نازل ہو چکا ہے۔اس مکی قرآن کا خلاصہ تیسرے رکوع میں ہے۔گویا اسلام کی تعلیمات کا ایک خلاصہ اس رکوع میں آ گیا ہے۔ چوتھے رکوع میں قرآن مجید کی حکمت یعنی حقیقت انسان کیا ہے؟ انسان کو دنیا میں بھیجنے پر اس کی آزمائش کی حقیقت کیا ہے؟ خیر وشر کیا ہے؟ علم کی بنیاد کیا ہے؟ آخرت میں کام آنے والا علم یعنی علم ہدایت کیسے حاصل ہوگا؟ یہ مضمون قصہ آدمؑ و ابلیس کے حوالے سے چوتھے رکوع میں آیا ہے۔پانچویں رکوع سے لے کر چودھویں رکوع تک مسلسل دس رکوع میں یہود سے خطاب ہے۔اس خطاب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اب یہود کو معزول قرار دے رہا ہے۔یہود تقریباً دو ہزار برس تک دنیا میں اللہ کے نمائندے بن کر رہے ہیں، وہ مسلمان کہلاتے تھے، اللہ نے ان کو فضیلت بخشی تھی، قرآن مجید ہی میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے بارے میں کہتے تھے: ﴿نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ﴾ ہم تو اللہ کے بیٹوں کی مانند ہیں اور اللہ کے چہیتے ہیں (WE ARE THE CHOSEN PEOPLE OF THE LORD) یہ ان کا خاص عقیدہ ہے کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے جرائم گنوائے ہیں کہ تم اللہ کے چہیتے ہو تو پھر یہ کیوں کرتے رہے ہو۔اب گویا کہ مسلمان اُمت وجود میں آ چکی ہے۔13 سال جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں گزارے ہیں اور جو محنت اور کوشش کی ہے اور لوگوں کی جو آزمائشیں

ہوئی ہیں اور تربیت کے بعد اب کندن بن کر آئے ہیں یہ اُمت وجود میں آ چکی ہے اب یہود کو معزول کیا جا رہا ہے اور مسلمان اُمت کی اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے تاج پوشی ہو رہی ہے اور اس کو اس مقام پر فائز کیا جا رہا ہے۔ دوسرے پارے کے آغاز میں یہ آیت آئے گی ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

دنیا میں اللہ کا نمائندہ ہونا اور پھر غلط نمائندگی کرنا یہ بڑا جرم ہے۔ اس وقت تو یہود اس کے مجرم تھے اور آج ہم مسلمان بھی اسی جرم میں اللہ کی سزا بھگت رہے ہیں۔ جیسے کاروبار میں کئی کمپنیاں ہوتی ہے اس کے REPRESENTATIVES (نمائندے) ہوتے ہیں، جب تک وہ اپنی کمپنی کو صحیح REPRESENT کرتا رہے تو معاملات ٹھیک چلتے رہتے ہیں اور اُس کو مراعات بھی ملتی رہتی ہیں لیکن اگر کہیں غلط نمائندگی ظاہر ہو جائے تو ساری عزت اور سہولتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ یہود دنیا میں دو ہزار برس تک اس منصب پر فائز رہے لیکن غلط نمائندگی کی۔ اس لیے اس عہدے سے معزول کر دیے گئے۔ اللہ نے مسلمانوں کو اپنی نمائندگی کا یہ اعزاز عطا فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو اس اعزاز کا حق ادا کیا، اس کے بعد درجہ بدرجہ یہ کام ہوتا رہا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ ہم اللہ کی نمائندگی کا حق ادا نہیں کر رہے بلکہ غلط نمائندگی کر رہے ہیں۔ ہمیں دیکھ کر لوگوں کو پہچاننا چاہیے تھا کہ اللہ کو ماننا ایسا ہے، اسلام یہ ہے، آخرت یہ ہے، دین یہ ہے، اللہ اس طریقے پر چاہتا ہے کہ لوگ زندگی بسر کریں۔ اُلٹا ہمیں دیکھ کر لوگ اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں۔ تو یہ صحیح نمائندگی ہو رہی ہے یا غلط نمائندگی ہو رہی ہے؟ یہ بہت بڑا جرم ہے جو ہم سے سرزد ہو رہا ہے۔ یہی یہود کا جرم ہے جس کے لیے مسلسل دس رکوعوں میں ان کے جرائم گنوائے گئے ہیں اور ان پر فردِ جرم عائد کی گئی ہے۔ اور یہ اس لیے کی گئی ہے کہ جیسے انگریزی میں کہتے ہیں:

JUSTICE SHOULD NOT ONLY BE DONE, IT SHOULD APPEAR TO BE DONE یعنی انصاف صرف کرنا ہی نہیں چاہیے بلکہ نظر آنا چاہیے کہ اُس کے تقاضے پورے کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لیے دس رکوع میں یہ ساری کارستانیاں ذکر فرما دیں کہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ یہود کے ساتھ زیادتی ہوگئی، وہ تو بڑے شریف لوگ تھے بھلے لوگ تھے اللہ اللہ کرنے والے لوگ تھے ان کو اللہ نے کیوں معزول کر دیا۔ ان دس رکوعوں میں یہود وہ سارے

جرائم سامنے آ گئے اور کسی جرم پر وہ بول نہیں سکے۔لہٰذا یوں سمجھئے کہ سب کے سامنے اگر ان کو معزول کیا گیا ہے تو ہر سننے والے اور دیکھنے والے نے یہی کہا کہ ہاں بالکل ٹھیک معزول ہوئے ہیں اور اللہ نے مسلمانوں کو اس مقام پر فائز کیا ہے۔ یہ ابتدائی چودہ رکوعوں کا خلاصہ ہے۔

اب ہم ترجمہ کا آغاز کرتے ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

میں پناہ طلب کرتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا اللہ کے نام سے جو الرحمٰن ہے الرحیم ہے

الٓمّٓ ① یہ حروفِ مقطعات کہلاتے ہیں، یہ اکٹھے نہیں پڑھے جاتے، الف الگ پڑھی جاتی ہے، لام الگ اور میم الگ۔ اوران کے بارے میں جو طے شدہ اصولی بات ہے وہ یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ایک راز ہے۔اس کے معنی اللہ جانتا ہے یا محمد رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے اس کے معنی آگے کسی کو نہیں بتائے لہٰذا کوئی شخص اس کے حتمی معنی نہیں جانتا۔ بہت سارے مفسرین کرام نے اس بارے میں اپنی ذہن آزمائی کی ہے اور اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان کو معنی پہنانے کی کوشش کی ہے۔مثلاً اگر کسی کو موسیقی سے دلچسپی ہے تو اس نے کہا کہ جب کوئی آدمی راگ چھیڑتا ہے تو شروع میں کچھ بے ہنگم سی آوازیں نکلتی ہیں۔ یہ وحی کا راگ جو ایک DIVINE MUSIC ہے اس کے شروع ہونے سے پہلے جو کچھ آواز نکلی یہ وہ حروفِ مقطعات ہیں۔جس نے بھی یہ کہا ہے اس کا اپنا ذوق ہے۔اسی طرح جس سورت کے شروع میں 'طٰ' آئی ہے اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کے اژدہا بننے والے واقعہ کا ذکر ہے اور جہاں حروفِ مقطعات میں سے 'س' آئی ہے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں سمندر کے پھٹنے کے معجزے کا ذکر ہوا ہے۔آپ اکثر دیکھتے ہوں گے کہ کارٹونوں یا چیزوں میں سمندر کو اسی طرح لہروں سے ظاہر کرتے ہیں جیسے 'س' بنتی ہے اس طرح انہوں نے بھی اپنے ذوق کے مطابق یہ کہا ہے۔لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان ایک راز ہے کوئی شخص اس کے حتمی معنی نہیں جان سکتا۔البتہ ایک بات کہی جاسکتی ہے کہ کیا عجب کہ آئندہ اور حالات واضح

ہوں اور ہمارا علم ترقی کرے ہماری سوچ ترقی کرے تو شاید اس کے بھی کوئی معنی کسی نہ کسی طریقے پر جس پر سب حروف مقطعات کی صحیح تشریح کی جا سکے، سامنے آ جائیں۔ واللہ اعلم

**ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ** یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

شک کس معنی میں؟ کہ اس کے منزّل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، یہ واقعتاً اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ بات فرمائی کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے اس کے پیچھے دو تہائی مکی قرآن موجود ہے، جس میں یہ دعویٰ کیا جا چکا تھا کہ اگر تمہیں اس قرآن میں شک ہے تو اس قرآن جیسا قرآن بنا لاؤ، دس سورتیں بنا لاؤ لیکن وہ نہیں بنا سکے تو اللہ نے آغاز ہی میں اس آیت میں فرما دیا کہ اس کتاب کے منزّل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

**هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲** یہ کتاب متقین کے لیے ہدایت ہے۔

تقویٰ کا لفظی معنی ہے بچنا، اللہ کی نافرمانی سے بچنا، اللہ کے احکام کو توڑنے سے بچنا اور اس کا آخرت کے حساب سے جو رخ ہے کہ وہاں پھر انسان اللہ کی پکڑ سے، اللہ کے عذاب سے اور جہنم سے بچ جائے گا۔

اللہ نے انسان کے قلب (دل) میں بھی ہدایت ڈالی ہے جس کو ہم عام طور پر ضمیر کہتے ہیں، یہ پہلا سبق ہے جو انسان کی فطرت میں INSCRIBE موجود ہے، اللہ نے ہمارے خمیر اور فطرت میں یہ احساس رکھا ہے کہ یہ کام غلط ہے، یہ صحیح ہے ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا﴾ جو آدمی اس فطرت کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہے یا یوں سمجھ لیجیے کہ جس کو یہ پہلا سبق یاد ہے اس کو تو قرآن مجید میں ہدایت ملے گی جس کو پہلا سبق ہی یاد نہیں جو ضمیر کے مطابق زندگی بسر نہیں کر رہا حلال حرام میں تمیز نہیں کر رہا نیکی بدی میں تمیز نہیں کر رہا ضمیر کسی چیز سے روکتا ہے تو اسی پر عمل کر رہا ہے اور جن چیزوں کا کہتا ہے ان چیزوں کو چھوڑے ہوئے ہے تو ایسے شخص کو قرآن مجید سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ اس لیے کہ پہلا سبق جو فطرت میں ہے وہ تو اسے یاد نہیں ہے۔ اگر قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنی ہے تو پہلا سبق انسان کو یاد ہونا چاہیے ضمیر کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہو گا تو پھر اگلا سبق قرآن مجید اسے روشن کتاب نظر آئے گی اس کو اپنے دل کی آواز محسوس ہو گی کہ ہاں واقعتاً یہ کتاب میری ہی رہنمائی کے لیے اُتری ہے۔

یہ پہلا گروہ ہے جس کا یہاں ذکر کیا گیا اور جیسے کہ میں نے عرض کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی مکے کی تیرہ برس کی محنت کے نتیجے میں یہ گروہ وجود میں آ چکا تھا۔ صحابہ کرام کی جماعت حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے مکے میں محنت کی تھی جنہوں نے آزمائشیں جھیلیں تھیں شعب بنی ہاشم کی قید جھیلی تھی دیگر مصائب برداشت کیے تھے وہ ان بھٹیوں میں سے گزر کر کندن بن کر نکلے تھے۔

وہ متقین جن کے لیے یہ کتاب ہدایت ہے، کون لوگ ہیں؟

**الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ** جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

غیب ہر وہ چیز جو ہماری آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے، ہمارے ظاہری حواس سے چھپی ہوئی ہے۔ اللہ کے لیے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے وہ ہماری نسبت سے غیب ہے۔ آنکھوں کے دیکھنے سے تو ہر ایک کو یقین آ جائے گا، قیامت کے دن کوئی شخص بھی انکار نہیں کرے گا نہ جہنم کا، نہ حساب کتاب کا، نہ اللہ کا۔ اس دنیا میں یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔ لہٰذا اپنی عقل سے، اپنی فطرت سے اور اللہ نے جو صلاحیتیں دی ہیں ان کی مدد سے INTELLECT سے اس سے اگر کوئی شخص پہچان سکتا ہے کہ اللہ ہے آخرت ہے حساب کتاب ہے تو وہ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ہے۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں آنکھوں سے دیکھوں گا پھر ایمان لاؤں گا تو اس شخص کی نہ یہ فرمائش پوری ہوگی نہ وہ ایمان لائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں نظر نہیں آ سکتیں۔ عقل سے، منطق سے، سوچ سے اگر تم ان حقائق تک پہنچ سکتے ہو، ان کا ادراک کر سکتے ہو تو ٹھیک ہے ایمان حاصل ہو جائے گا۔

**وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ** اور وہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں۔

**وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳** اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے ایک ایک لفظ میں پورا پورا فلسفہ موجود ہوتا ہے۔ رَزَقْنٰهُمْ 'ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے'۔ ہمارے ذہنوں میں جو ہوتا ہے کہ ہم کما کر لاتے ہیں ہم محنت کرتے ہیں یہ تو ہماری چیز ہے ہماری ملکیت ہے، قرآن مجید اس کی نفی کرتا ہے۔ ٹھیک ہے انسان محنت کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں جو رزق اس کو ملتا ہے جو کما کر گھر لاتا ہے وہ اس کی محنت کے تناسب سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو قرآن مجید میں 'فضل' کہتا ہے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ اپنی طرف فرماتے ہیں

کہ ہم نے وہ رزق تمہیں دیا ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور ہم نے جو انہیں رزق دیا ہے اس میں سے وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اور (اے نبی ﷺ! متقین وہ ہیں) جو اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ طرف نازل کی گئی ہے۔

یعنی یہ قرآن مجید، جو وحی آپؐ پر آ رہی ہے اس پر غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ پوری وحی تو ابھی آئی نہیں اور بھی آئے گی تو جو بھی اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر اُترے گا اٰمَنَّا وصَدَّقْنَا

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور (اجمال کے ساتھ) سابقہ وحی (یعنی توراۃ، زبور، انجیل، صُحُف ابراہیمؑ یا زُبُرالاوّلین، ان سب) پر ایمان رکھتے ہیں (کہ وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے تھیں)۔

اگر چہ دنیا میں وہ محفوظ نہیں ہیں اس سے ہم کسی چیز کے بارے میں استدلال نہیں کر سکتے لیکن ہمارا ایمان ہے وہ بھی اللہ کی طرف سے تھے۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اور وہ (اہل تقویٰ) آخرت (میں حساب) پر یقین رکھتے ہیں۔

اور آخرت کا یقین دراصل ایسا ہے جو انسان کے عمل کو سیدھا کرتا ہے۔ اللہ کو ماننا رسالت کو ماننا اپنی جگہ پر لیکن جو چیز انسان کے اعمال کو سیدھا کرتی ہے اور انسان کو حرام سے روکتی ہے اور حلال پر قانع بناتی ہے وہ آخرت کا یقین ہے، حساب کتاب کا یقین ہے کہ مجھے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے جوابدہی کرنی ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ یہ وہ لوگ خوش قسمت لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں ہدایت یافتہ ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اور یہ وہ لوگ ہیں جو فلاح یافتہ ہیں جو کامیاب ہوں گے فلاح پائیں گے۔ یہ پہلے گروہ کا بیان ہوا۔

اس کے مقابلے میں دوسرا گروہ وہ لوگ ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جو محنت 13 برس کی اس کے نتیجے میں ان کا انکار واضح طور پر سامنے آ گیا۔ ایک دن کی بات ہوتی، چھ مہینے کی بات ہوتی، سال کی بات ہوتی تو یہ اِمکان ہوتا کہ ابھی سوچ رہے ہیں، غور کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ جیسا مبلغ، آپ جیسا ناصح، آپ جیسا سمجھانے والا، آپ جیسا داعی کہاں سے میسر آئے گا اور اس

میں بھی 13 برس آپ نے محنت کی ہے ظاہر ہوا کہ ان کے اندر خیر کو قبول کرنے کی کوئی رمق نہیں تھی لہٰذا حتمی فیصلہ ان کے بارے میں کر دیا گیا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بے شک وہ لوگ جو کافر ہو چکے جنہوں نے کفر کیا

سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ان کے لیے برابر ہے

ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ اے نبی ﷺ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ متوجہ کریں یا نہ کریں، اب وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِہِمۡ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر کر دی ہے۔ قرآن کے دوسرے مقام پر ہے فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَقۡرًا (07:31) ان کے کانوں میں ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں جیسے کسی بوتل پر کاک کا ڈھکن لگا ہو اس طرح کے ڈاٹ دیے ہوئے ہیں کہ کوئی چیز اندر نہیں جا سکتی۔

وَّعَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں۔

دلوں اور کانوں پر مہر کی ہے اور آنکھوں پر پردہ ہی کافی ہوتا ہے کہ کوئی چیز نظر نہیں آ سکتی۔ کان پر پردہ ہو تو آواز پھر بھی آ سکتی ہے لیکن کان کے لیے ڈاٹ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ تو دنیا کا حال ہے کہ جانوروں کی سطح تک وہ آ گئے ہیں

وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۷﴾ اور آخرت میں بڑا عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔

آگے تیسرے گروہ کا ذکر ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں۔ یہ ایک عمومی انداز ہے اس لیے کہ اس میں دو گروہ شامل ہیں: ایک ہے یہود۔ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لائے ہیں تو وہاں یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ مدینے سے باہر ان کی چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں بہت محفوظ قلعے بنائے ہوئے تھے کیونکہ وہ پیسے والے تھے ان کی اپنی روایات تھیں کتابیں تھیں عبادات کے طریقے تھے ان کا اپنا عدالتی نظام تھا وہ بہت مستحکم تھے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے آنے سے انہیں کچھ احساس ہو گیا کہ یہ اللہ کے آخری نبی ہیں لیکن وہ ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہیں مانے۔ دوسرا گروہ ان کے زیر اثر کچھ لوگ تھے جو تو ایمان لے آئے لیکن چونکہ انہیں سے رابطہ رکھتے تھے لہٰذا وہ ہمت

کر کے اور جیسے دوسرے اہل ایمان ایمان لائے ہیں اس طرح ہر چہ بادا باد کی کیفیت کے ساتھ ایمان نہیں لا سکے۔ یہ منافقین کا گروہ تھا کیونکہ منافقین ظاہراً مسلمان تھے لہٰذا اللہ نے عمومی انداز میں فرمایا ہے اور ایک کردار کی نقشہ کشی کر دی ہے کہ یہ منافقین پر بھی پورا اُتر رہا ہے، اہل کتاب پر بھی پورا اُتر رہا ہے اور آج کے دور میں جس پر بھی یہ پورا اُتر جائے وہ سمجھ لے کہ میری بات ہو رہی ہے۔ قرآن مجید میں اسی لیے اکثر واقعات میں نام نہیں ہیں کردار کی نقشہ کشی کر دی گئی ہے ایک لفظی تصویر بنا دی گئی ہے کہ یہ لفظی تصویر ایک آئینہ ہے جو شخص چاہے دیکھ لیے جس کو اس میں تصویر نظر آئے وہ اپنی اصلاح کر لے۔

**وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ** اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آخرت کو بھی مانتے ہیں۔

اہل کتاب (یہود) کہتے تھے کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتے ہیں اور نبیوں کو بھی مانتے ہیں صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے۔ باقی ہم اللہ کو مانتے ہیں آخرت کو مانتے ہیں ہمیں بھی مومن تسلیم کیا جانا چاہیے اور نصاریٰ تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے صرف ایک نبی کا فرق ہے تو کیا فرق پڑا ہے لیکن اللہ نے فرمایا وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ نبوت و رسالت تو ایک ترازو بن کر آتی ہے جو اس کو مانتا ہے وہ مسلمان ہے جو نہیں مانتا وہ سارے نبیوں کا انکار کر رہا ہے۔ ایک نبی کا انکار یا ایک کتاب کا انکار پورے نبوت و رسالت کے سلسلے کا انکار ہے اور یہ رسولوں اور نبیوں کے درمیان فرق پیدا کرنے والی بات ہے کہ ایک سچا ہے ایک جھوٹا ہے (معاذ اللہ) لہٰذا اللہ نے صاف کہہ دیا

**وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۸** یہ اہل ایمان میں سے نہیں ہیں۔

**يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اللہ کو دھوکا دیں اور اہل ایمان کو (اپنی اس گفتگو سے اور چکنی چپڑی باتوں سے)

**وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ** اور یہ نہیں دھوکا دے رہے مگر اپنے آپ کو۔

اللہ اور اس کے رسول کو اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ کہاں سے دھوکا کھائیں گے۔ اللہ دھوکا نہیں کھا سکتا، اللہ کا رسول دھوکا نہیں کھا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے وحی کا سلسلہ قائم ہے اہل ایمان دھوکا نہیں کھا سکتے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان کو یہود کی کارستانیوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں دھوکا اگر کوئی کھا رہا ہے تو یہ خود کھا رہے ہیں

وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹﴾ اور ان کی بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ انہیں شعور ہی نہیں ہے کہ وہ دھوکا کھا رہے ہیں۔

فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں مرض ہے۔ روگ ہے۔

ایک گناہ کیا جائے تو ضمیر کاٹتا ہے اور اگر زیادہ گناہ کیے جائیں اور آگے بڑھ کر اس کو فلسفہ بنالیا جائے تو پھر تو انسان کے اندر جو کرب ہوتا ہے جو دق ہوتا ہے جو مایوسی ہوتی ہے اس کا تو آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے وہی آدمی اندازہ کر سکتا ہے۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا تو اللہ تعالیٰ ان کے اس مرض میں اضافہ کرتا جا رہا ہے۔

ان کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے کہ وہ علاج کی تو سوچ ہی نہیں رہے۔ علاج تو بتایا جا رہا ہے کہ توبہ کرلو، محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ مگر اس کی طرف تو کان ہی نہیں دھر رہے لہٰذا ان کے مرض میں تو اضافہ ہوگا ہی۔

وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ ﴿۱۰﴾ اور ایک دردناک عذاب ان کا انتظار رہا ہے اس وجہ سے جو وہ جھوٹ بولتے رہے۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ

اہل کتاب کے بارے میں ہے اور عام ترجمہ کر دیا جائے تو آج کے حساب سے بھی ہو جائے گا۔ یہاں خاص نقشہ کشی ہے لفظی تصویر ہے ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کہیں یہ اس کا نقشہ تو نہیں جو اللہ نے بیان فرمادیا ہے۔

قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وہ کہتے ہیں (منافقین یا اہل کتاب) ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ہم تو چاہتے ہیں مسلمان اور کافر بھائی بھائی بن کر رہیں، کوئی لڑائی نہ ہو، کوئی جھگڑا نہ ہو۔ خود بھی زندہ رہو اور دوسروں کو بھی زندہ رہنے کا حق دو۔ ہم تو صلح کن اور صلح جو لوگ ہیں۔ اللہ نے فرمایا

اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَ لٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ خبردار! یہی لوگ فساد کی جڑ ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

کوئی شخص کہے کہ حق اور باطل میں موافقت پیدا ہو جائے وہ بھی قائم رہے اور وہ بھی قائم رہے اس کو تو کوئی بے غیرت انسان ہی قبول کر سکتا ہے۔ علامہ اقبال نے سلطان ٹیپو کے مزار پر جو اشعار کہے تھے اس میں یہی بات ہے کہ

باطل دُوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے

شرکت میانِ حق و باطل نہ کر قبول!

باطل ہمیشہ چاہے گا کہ آپ بھی زندہ رہیں میں بھی زندہ رہوں کوئی بات نہیں لیکن حق باطل کو برداشت نہیں کر سکتا حق تو چاہتا ہے کہ حق ہی دنیا میں قائم ہو۔ جس آدمی کا غلط موقف ہے وہ یہ چاہے گا کہ آپ بھی زندہ رہو مجھے بھی جینے دو۔ تھوڑا آپ کھا لو تھوڑا میں کھا لوں نصف لی و نصف لك هٰذا قوم جاهلون تم بھی ان کو لوٹتے رہو میں بھی لوٹتا رہوں کیا فرق پڑتا ہے لیکن حق اسے برداشت نہیں کر سکتا۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں۔ جیسے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ ایمان لائے ہیں 'ہر چہ بادا باد' کی کیفیت کے ساتھ کہ جو محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے ہم اس کو قبول کریں گے۔

قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ جنہیں نہ اپنے مستقبل کا فکر ہے نہ بچوں کے مستقبل کا فکر ہے نہ کاروبار کے مستقبل کا فکر ہے نہ کسی اور چیز کا فکر ہے۔ ان بیوقوفوں کی طرح (معاذ اللہ) ایمان لائیں؟ اللہ نے فرمایا

اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ خبردار! اصل بیوقوف یہی ہیں۔ کتنا فائدے کا سودا ہے جو ابوبکرؓ نے کیا ہے کتنے نفع کا سودا ہے جو ایک ہزار اونٹ ساز و سامان سمیت دے کر حضرت عثمانؓ نے کیا ہے لیکن ان کو وہ بیوقوف نظر آ رہے ہیں حقیقتاً یہی بیوقوف ہیں

وَلٰـكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾ لیکن یہ جانتے نہیں ہیں (کہ ان سے یہ بیوقوفی ہو رہی ہے)۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اور جب وہ ملاقات کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں۔ یہ اہل کتاب یا منافقین جب اہل اسلام سے ملتے ہیں (منافقین کا خاص طور پر ذہن میں رکھ میں لیجیے)

قَالُوۡۤا اٰمَنَّا کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں (کلمہ گو ہیں، تمہارے ساتھ ہیں)

وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا لیکن جب راتوں کو یا کسی اور وقت میں وہ اپنے بڑوں کے پاس ہوتے ہیں مشورے کرتے ہیں تو وہاں انہیں یقین دلاتے ہیں۔

اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مسلمانوں کے ساتھ ٹھٹھہ کر رہے تھے۔ ہم ان کو بیوقوف بنا رہے تھے کہ ان کے ساتھ ہیں، اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تمہارے ساتھ نہ ہوتے تو یہاں راتوں کو تمہارے ساتھ کیوں بیٹھتے ہم جا کر مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں کہیں نماز پڑھ رہے ہوتے۔ تو یہاں تمہارے ساتھ ہیں وہ یقین دلا رہے تھے کہ ہم تمہارے گروہ میں شامل ہیں۔

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہنسی کرتا ہے اور ان کو بڑھاتا رہتا ہے ان کی سرکشی میں اور حالت یہ ہے کہ ان کی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

کوئی نابینا آدمی راستے پر جا رہا ہو اور آگے گڑھا ہو تو دیکھنے والا آدمی بھاگ کر اس کو راستہ پار کروائے گا لیکن اگر وہ نابینا کہے نہیں نہیں، مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے، میں خود پار کر لوں گا اور آگے گڑھا بھی ہے تو آدمی اس پر ہنسے گا کہ ایک تو یہ جانتا نہیں ہے کہ راستہ کیسا ہے پھر جو اس کو راستہ بتلانے کی کوشش کر رہا ہے اس کو بھی یہ جھٹک رہا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ جو خود نہیں چاہتے کہ ان کو سیدھا راستہ ملے، اللہ بھی چاہ رہا ہے کہ جدھر یہ غلط راستے پر جا رہے ہیں گمراہ ہو رہے ہیں، جہنم میں گرنا چاہتے ہیں تو گر جائیں۔ گویا یہ ایک مذاق ہے جو اللہ ان کے ساتھ کر رہا ہے۔ کل قیامت کے دن آنکھ کھلے گی تو پتہ چلے گا واقعتاً ہم تو مارے گئے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لے لی ہے ہدایت کے بدلے میں گمراہی۔

قرآن مجید میں دو الفاظ ہیں ایک بیع ہے اور ایک اِشتراء/شراء ہے۔ آج کل خریداری ہوتی ہے تو کیش کے بدلے کسی چیز کا سودا ہوتا ہے یعنی ایک آدمی کیش (کرنسی) لے رہا ہے دوسرا آدمی چیز لے رہا ہے لیکن سابقہ زمانے میں تو BARTER SYSTEM تھا لہٰذا یہ بیع اور شراء دونوں الفاظ بیچنے کے لیے بھی آتے ہیں اور خریدنے کے لیے بھی آتے ہیں۔ اس لیے اس کا اصل

ترجمہ مبادلہ ہے کہ ایک چیز کو دے کر دوسری کو لے لینا۔تو یہاں اللہ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی وصول کرلی۔ ہدایت کا چاند ان کے گھر میں طلوع ہوا ان کے آنگن میں اُترا لیکن اس سے انہوں نے فائدہ حاصل نہیں کیا اور ہدایت دے کر گمراہی خرید لی۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ ان کی اس تجارت نے ان کو کوئی فائدہ نہیں دیا کوئی نفع نہیں دیا

وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٦﴾ اور نہ ہی یہ ہدایت یافتہ ہوئے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی۔ اندھیری رات میں روشنی کی۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی مثال ہے کہ شرک کا گھپ اندھیرا تھا تو آپ ﷺ نے ہدایت کی آگ روشن کی۔

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ جب ماحول اس سے روشن ہوگیا۔بات واضح ہوگئی کہ یہ باطل ہے اور یہ حق ہے

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لے لی۔ان کی توفیق ہی سلب ہوگئی جو انہیں پہچاننا چاہیے تھا پہچانا نہیں لہٰذا اللہ نے ان کی بینائی سلب کرلی

وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧﴾ اوران کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ دیکھتے نہیں۔ان کو کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿١٨﴾ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ (یہ منافقین کی مثال ہے) یا ان کی مثال ایسے ہے کہ آسمان سے تیز بارش ہورہی ہے

فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ایسی بارش کہ جس میں اندھیرا ہے اور گرج ہے اور کڑک ہے اور بجلی ہے۔

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ اور وہ لوگ اس بجلی کی کڑک کی وجہ سے کانوں میں انگلیاں دبائے ہوئے ہیں کہ کہیں وہ بجلی آ کر کوندے اور ہمیں اُچک نہ لے موت نہ آجائے۔اور کانوں میں انگلیاں دینے سے کوئی آدمی بچ تو نہیں سکتا،موت آئی ہے

تو بجلی اُچک ہی لے گی۔

وَ اللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ اللہ تعالیٰ ان کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے باہر نہیں ہیں۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ قریب ہے کہ بجلی کوندے ان کی آنکھیں (بصارت) لے جائے۔

كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ جب کبھی تھوڑی سی بجلی کوندتی ہے روشنی ہوتی ہے یہ دو قدم چل لیتے ہیں یعنی اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے میں فائدہ ہو رہا ہوتا ہے تو چلتے ہیں۔

وَ اِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو یہ کھڑے رہ جاتے ہیں۔ یعنی جب کوئی مشکل آتی ہے کوئی تکلیف آتی ہے تو کھڑے ہو کر ٹھٹک کر رہ جاتے ہیں

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ اور اگر اللہ چاہتا تو اور ان کی ظاہری بینائی اور سماعت بھی لے جاتا۔ ان کی معنوی بصارت اور سماعت تو کب کی ختم ہو چکی ہے کہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں ان کی ظاہری سماعت و بصارت بھی لے جاتا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٠﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، قدرت رکھتا ہے۔

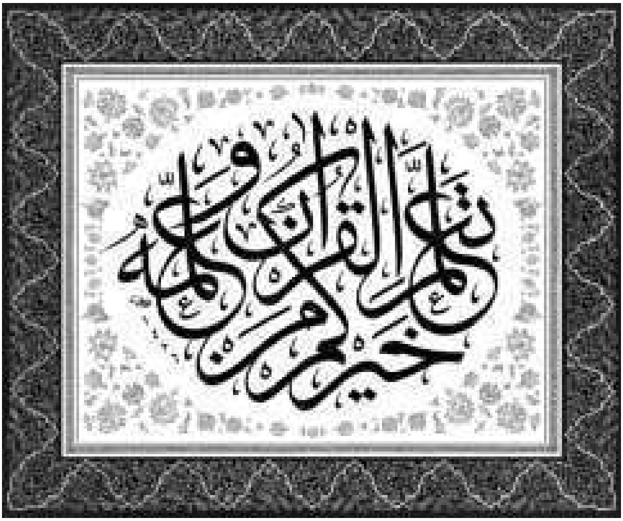

دورِ فتن اور دجّالیت کے پس منظر میں

# مطالعۂ سورۃ الکہف

2

محمد نعمان اصغر
فیصل آباد

**اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ ۙ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾**

’’کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے‘‘۔

(1) نبی اکرم ﷺ سے کفارِ مکہ نے سوالات یہود کے کہنے پر کیے۔ چنانچہ اصحابِ کہف کے قصّے کو بیان کیا گیا جس سے ماضی کی ایک پاکیزہ سرگذشت سے اہل ایمان کو صبر و عزیمت کی تعلیم ملی۔ ان کے جذبۂ ایمان کی جلا کا بندوبست ہو گیا۔ اہلِ حق کی تاریخ کا ایک نہایت اہم باب جو افسانوں کے حجاب میں گم ہو گیا تھا، ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک صاف ہو کر سامنے آ گیا۔

(2) ’’کھف‘‘ عربی زبان میں وسیع غار کو کہتے ہیں۔ ’’رقیم‘‘ وہ تختی یا کتبہ تھا جس پر ان کے نام تحریر تھے۔ اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ جب وہ لوگ اچانک غائب ہو گئے اور کافی تلاش کے باوجود نہ ملے تو ان کے نام ایک تختی یا سل پر لکھ کر محفوظ کر دیے گئے یا یہ کہ ان کے پاس شریعت کے احکام پر مشتمل کوئی لکھی ہوئی کتاب تھی۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اصحابِ رقیم کا قصہ قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے۔ محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحابِ کہف کے تذکرہ میں اس کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ اصحابِ رقیم (کھوہ والے) وہ تین اشخاص ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ اوپر سے ایک پتھر آ پڑا جس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ سے

فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا۔ امام بخاریؒ نے بھی اصحاب الغار کے عنوان کے تحت ان تین افراد کا مفصل قصہ بیان کر کے اشارہ کیا ہے کہ یہ لوگ اصحاب الرقیم ہیں۔ واللہ اعلم

(3) قدیم مفسّرین کے مطابق رقیم ایک بستی کا نام تھا جو ایلا (عقبہ) یا نینوی (موصل) کے قریب آباد تھی۔ اس قصہ کی قدیم ترین شہادت شام کے ایک عیسائی پادری جیمس سروجی کے مواعظ میں ملتی ہے جو سریانی زبان میں ہے۔ یہ شخص اصحاب کہف کی وفات کے چند سال بعد 452ء میں پیدا ہوا۔ ایک طرف اس کی تفصیل ہمارے ابتدائی مفسّرین اور دوسری طرف یورپ پہنچی تو یونانی اور لاطینی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فلسطین میں بعثت کے وقت یہاں یہودی بادشاہ کی حکمرانی تھی۔ وہ کٹھ پتلی حکمران تھا اور یہ علاقہ عملی طور پر رومن ایمپائر کے ماتحت تھا جو بت پرست تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ 30-31 عیسوی کا ہے۔ اس کے بعد یہودیوں کی ایک بغاوت کے جواب میں 70 عیسوی میں رومی جنرل ٹائیٹس نے یروشلم پر حملہ کر کے شہر اور ہیکل تباہ کر دیا اور یہودیوں کو دربدر کر دیا۔ مقامی عیسائیوں کو ملک بدر نہ کیا گیا تاہم وہ بت پرست رومیوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے رہے۔ اس وقت کے بادشاہ دقیانوس کے دربار میں کچھ نوجوانوں کی پیشی ہوئی جو اصحابِ کہف کے نام سے مشہور ہیں۔ بادشاہ بت پرست تھا اور جبر واکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا۔ عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیاوی طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے۔ ان نوجوانوں کے دل خشیت الٰہی اور تقویٰ کے نور سے بھرپور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر واستقلال اور توکل کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے توحید کا نعرہ بلند کیا اور ایمانی جرأت واستقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ ان کی نوجوانی پر رحم آیا اور کچھ دیگر وجوہات کی بنا پر اس نے انہیں چند روز کی مہلت دے دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور ونظر ثانی کر لیں۔ انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنے کے وقت جب کہ جبر وتشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہرحال خطرہ ہے، مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں اور واپسی کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کریں۔ انہوں نے غار میں پناہ لے کر اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر جایا کرے اور ضرورت کی اشیاء خرید کر لاتا

رہے اور شہر کے حالات سے بھی مطلع کرتا رہے۔ اس نے ایک دن اطلاع دی کہ شہر میں ہماری تلاش جاری ہے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ بعد ازاں قسطنطین (Constantine) نامی بادشاہ نے عیسائیت قبول کر لی تو پوری رومن ایمپائر بھی عیسائی ہوگئی۔ اس کے بعد 400ء کے لگ بھگ اصحابِ کہف بیدار ہوئے تو ان کی بڑی عزت افزائی ہوئی۔

(4) یہود نے اصحابِ کہف کے قصے کو عجیب ہونے کی حیثیت سے اہمیت دی اور قریش کے ذریعے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔ اس لیے فرمایا کہ کچھ نوجوانوں کا غار میں پناہ لینا اور صدیوں تک سوئے رہنا کون سی حیران کن بات ہے؟ آسمان وزمین کی پیدائش، شمس وقمر، رات اور دن کا آنا جانا اور دیگر بے شمار نشانیاں کیا کم تعجب انگیز ہیں؟ بے شک لوگ اسے بہت بڑی اور عجیب بات سمجھیں مگر ہماری قدرت کے سامنے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ﴿١٢﴾

”جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے پروردگار ہم کو اپنی رحمت سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے۔ تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک کر سالہا سال کے لیے گہری نیند سلا دیا۔ پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ دیکھیں ان کے دو گروہوں میں سے کون اپنی مدتِ قیام کا ٹھیک شمار کرتا ہے“۔

(1) ایک رائے کے مطابق یہ بادشاہ کے خدام اور نوکر تھے لیکن زیادہ تر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ چند نوجوان شہزادے تھے۔ ان کی قوم بت پرست تھی اور بتوں کے نام پر چڑھاوے چڑھاتی تھی۔ انہوں نے اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک غار میں پناہ لی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور اپنے معاملے کی درستی کی درخواست کی کہ انہیں ثابت قدمی اور ایمان کی مضبوطی عطا فرمائے۔ ”الفتیة“، جمع قلت ”فتی“ ہے یعنی وہ جوان جو آغاز شباب میں ہوں۔

(2) ”کانوں پر تھپکی دینا“ محاورہ اور استعارہ ہے یعنی پیار وشفقت سے بچوں کی طرح سلا دینا۔ نیند کے شروع میں اگرچہ کان آواز سنتے ہیں لیکن گہری نیند سو جانے کے بعد نہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے

ان کے کانوں پر پردے ڈال کر بند کردیا تاکہ باہر کی آوازوں سے ان کی نیند میں کوئی خلل پیدا نہ ہو۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے انہیں پریشانی اور گھبراہٹ سے بچانے کے لیے سلا دیا۔

(3) وہ اللہ تعالیٰ کے منصوبے کے مطابق مدتوں سوتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو جگا دیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ کس نے ان کی نیند کی مدت کا ٹھیک اندازہ رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ طویل نیند کے بعد خود ان سونے والوں اور دیکھنے والوں میں اختلاف ہوا ہوگا۔

☆ نوجوانوں میں جب حق کی حمیت جاگ پڑے اور اس کے ساتھ حکمت کا نور بھی عطا ہو جائے تو پھر وہ کسی خطرے کی پرواہ نہیں کرتے۔ پھر وہ بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ حدیث کے مطابق اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس کی جوانی عبادت میں پروان چڑھی۔ آج کے نوجوانوں کا زیادہ تر وقت فضولیات میں ضائع ہو رہا ہے۔ کاش ''در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری'' کی کیفیت پیدا ہو کر رخ اللہ کی طرف ہو جائے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

''ہم ان کا اصل قصہ تمہیں سناتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی بخشی تھی۔ ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اُٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم بالکل بے جا بات کریں گے''۔

(1) یہ کچھ نوجوان تھے جو الگ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے تو لوگوں نے ان کو دیکھ لیا۔ اس طرح ان کے عقیدۂ توحید کا پرچار ہوا تو یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی۔ اگرچہ حالات بہت سخت تھے اور کلمہ حق پر ڈٹ جانا بڑا مشکل تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کے ایمان میں برکت دی۔ انہوں نے اپنے ایمان پر ہی قانع ہو کر گھروں میں بیٹھے رہنا پسند نہ کیا بلکہ ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ ہو کر دعوتِ توحید کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی سنّت کے

مطابق ان کے دلوں اور ارادوں کو قوت و عزیمت بخشی ۔ انہوں نے جو ایمان قبول کیا وہ انہیں بہت عزیز تھا اور جس سچائی کو انہوں نے اپنایا اس پر استقامت کی راہ اختیار کی ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حق و صداقت پر قائم رہنے کی توفیق بخشی اور ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جس کی وجہ سے وہ آئندہ حالات اور مصائب کا جوانمردی سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ۔ انہوں نے بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہو کر علی الاعلان کہا کہ ہم کائنات کے رب کو چھوڑ کر کسی دیوی یا دیوتا کو اپنا رب ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں ۔ اگر ہم نے اس کے سوا کسی اور کی عبادت کی تو یہ بڑا ظالمانہ اقدام ہو گا ۔ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دے کر ان پر اپنی نعمت کا اِتمام کیا ہے ۔ ہدایت ملنے کے بعد اس سے روگردانی کرنا اس عظیم نعمت کی ناشکری اور ظلم ہے ۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال لیا مگر بادشاہ کے رعب و ہیبت اور شان و شوکت کی پرواہ نہ کی ۔ اپنے رشتہ داروں اور آرام و راحت کو بھی چھوڑ دیا ۔ پختہ ایمان ہدایت کی گہرائی کا ذریعہ بنتا ہے ۔ ایمان و ہدایت لازم و ملزوم ہیں ۔ ایمان میں اضافہ ہدایت میں اضافے کا ذریعہ ہے ۔ اسی طرح ایمان کی کمزوری ہدایت میں کمی کا سبب بنتی ہے ۔ یہ قانونِ باری تعالیٰ ہے جو ان کی گہری ہدایت کا سبب بن گیا ۔

(2) ''قَامُوا'' کا معنی ''اٹھنا یا کھڑے ہونا'' ہے ۔ اس سے مراد لوگوں کو چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے کا عزم اور ارادہ بھی ہو سکتا ہے اور بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہو کر حق گوئی کا فریضہ سرانجام دینا بھی ۔ گویا انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ کر دی جنہوں نے نمرود کے دربار میں کھڑے ہو کر دوٹوک حق گوئی کا اعلان کیا تھا ۔ انہوں نے اپنے اس طرز عمل سے بادشاہ اور اس کے درباریوں کو مبہوت کر دیا اور ان کے باطل عقیدے پر کاری ضرب لگائی ۔

☆ پختہ ایمان اور ہدایت کی گہرائی باطل کے سامنے ڈٹ جانے اور استقامت اختیار کرنے کا ذریعہ بنتی ہے ۔ ایسے لوگوں کو زیر کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا ۔ یہ لوگ بڑی سے بڑی قربانی دے کر بھی اپنے ایمان کو بچا لیتے ہیں ۔ کمزور ایمان انسان کو مصالحت پر آمادہ کر دیتا ہے ۔ ایسے لوگ کسی آزمائش میں خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں ۔ دجال کا فتنہ جس قدر عظیم الشان ہو گا اس کے لیے اتنا ہی مضبوط ایمان درکار ہے ۔ چنانچہ ایمان کی مضبوطی کے لیے اللہ تعالیٰ

سے خصوصی دعا کی جائے اور اس کے لیے ہر دم فکر مند رہا جائے۔ان تمام عوامل سے چوکنا رہا جائے جو ایمان کی کمزوری کا ذریعہ بنتے ہیں۔قرآن مجید سے مضبوط تعلق قائم کیا جائے۔عمل صالح پر دوام اختیار کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کیا جائے۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔ دین کی دعوت اور اقامت کے مشن کو اپنایا جائے۔ یہ تمام چیزیں ایمان کی تقویت کا ذریعہ بھی ہیں اور فتنۂ دجال سے بچاؤ میں مدد و معاون بھی۔عزیمت کا راستہ اختیار کرنا اگرچہ بہت مشکل کام ہے تاہم انسان اگر اس کا ارادہ کرلے اور اس راستے کے لیے عملی طور پر قدم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ آسان ہو جاتا ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ پہل انسان کرے۔

☆ نوجوانوں میں حق کو قبول کرنے کا زیادہ رجحان ہوتا ہے کیونکہ وہ مصلحت پسند نہیں ہوتے چنانچہ دین کی دعوت کے لیے نوجوانوں پر زیادہ محنت کی جائے۔نوجوانوں میں دینداری آنے سے باطل کا بھی زور ٹوٹے گا اور یہ اہل ایمان کی مضبوطی کا بھی ذریعہ ہوں گے،ان شاءاللہ تعالیٰ۔

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

’’یہ ہماری قوم تو رب کائنات کو چھوڑ کر دوسرے خدا بنا بیٹھی ہے۔ یہ لوگ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ آخر اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے‘‘۔

یہ ان حق پرست نوجوانوں کا اپنی قوم کو چیلنج ہے جس میں ان کے مشرکانہ عقیدے سے حقارت کا اظہار بھی ہو رہا ہے۔ وہ نوجوان اپنے ایمان میں مضبوطی اور اپنے عقیدے کا اظہار کرنے کے بعد اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے باطل عقائد پر توجہ دلائی۔انہوں نے اپنی قوم کو مشرکانہ عقائد کی سند اور دلیل پیش کرنے کو کہا۔جس طرح توحید کی صاف صاف دلیلیں ہیں اسی طرح اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اس کی کوئی واضح دلیل پیش کیوں نہیں کرتے۔لیکن وہ دلیل کہاں سے لائیں کیونکہ جھوٹ کے تو پاؤں نہیں ہوتے۔ جب کوئی دلیل نہیں تو یہ کس بنیاد پر عبادت کے مستحق ہوگئے ہیں؟ جب انہوں نے نہ کچھ پیدا کیا اور نہ کسی پر احسان کیا تو کس طرح اللہ تعالیٰ کے شریک بن گئے؟ لہٰذا یہ بہتان باندھنے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔

☆ یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ جس گمراہی پر قوم زندگی بسر کر رہی ہو اسے اس سے دوٹوک آگاہ کیا جائے۔ اسے غلط عقائد و اعمال پر متنبہ کیا جائے۔ اس معاملے میں کسی قسم کی کمزوری نہ دکھائی جائے۔ اگر نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دیا جائے تو گمراہی اور جاہلیت کے سائے گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں اور امر بالمعروف میں بھی تاثیر باقی نہیں رہتی۔ اس کے نتیجے میں اہل ایمان سمٹتے چلے جاتے ہیں اور اہل کفر اور باطل کا غلبہ گہرا ہوتا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق یہ امت مسلمہ کی فضیلت کی بنیاد بھی ہے اور اس کی اجتماعی ذمہ داری بھی۔ مسلمانوں کے زوال اور کفر کے غلبہ کی ایک بڑی وجہ اس ذمہ داری کو ترک کرنا ہے۔ آج برائی اور بدی کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ اس کے برعکس نیکی کے راستے میں رکاوٹیں ہیں۔ چنانچہ نہی عن المنکر کے فریضے کو ادا کرنے کی ضرورت ہے جس سے لوگوں کے افکار و اعمال کی بھی تطہیر ہوگی۔ معاشرہ بھی اصلاح پذیر ہوگا اور امّت مسلمہ کے زوال کے خاتمے کی طرف بھی سفر شروع ہو جائے گا، ان شاءاللہ

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾

”اب جبکہ تم ان سے اور ان کے معبودان غیر اللہ سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لو۔ تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور تمہارے کام کے لیے سروسامان مہیا کر دے گا“۔

یہ نوجوان جسمانی طور پر قوی تھے اور ایمان میں بھی شدید تھے۔ ان کی قوم جس راہ پر چل رہی تھی اس سے انہیں نفرت بھی تھی۔ انہیں کافرانہ ماحول میں ایمان کی روشنی مل گئی۔ اب نہ وہ خود قوم کے راستے پر چل سکتے تھے اور نہ قوم کو اپنے راستے پر لا سکتے تھے کیونکہ چند افراد کا پوری قوم سے ٹکر لے کر ان کے عقائد کو بدل دینا بعید از قیاس تھا۔ مزید برآں ہٹ دھرمی اختیار کرنے والے فرد یا قوم کو راہِ راست پر لانا ممکن نہیں ہوتا۔ دونوں گروہوں کے راستے جدا ہو چکے تھے اور اب دونوں کے لیے ایک جگہ زندگیاں گزارنا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا ایک ہی راہ تھی کہ شہر کے پرآسائش ماحول کو چھوڑیں اور اپنے دین و نظریات کو لے کر بھاگ نکلیں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جب تم نے ان کے باطل معبودوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی پناہ میں آجاؤ۔

چنانچہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے ایک غار میں چلے گئے اور نیند غالب آ گئی۔ غار میں رحمت خداوندی نے واقعتاً انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

☆ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے علاقے، گھر بار اور کاروبار کو چھوڑا۔ اپنے دنیاوی آرام اور زیب و زینت کو ترک کیا تو ایک تاریک غار اور پتھریلی جگہ ان کے لیے آرام وسکون کا مرکز بن گئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کی تو اس سنسان غار میں رحمت خداوندی نے انہیں لپیٹ میں لے لیا۔ ایمان کی اپنی مٹھاس اور اپنی دنیا ہے جس کا اندازہ باطل پرستوں اور دنیا کے پجاریوں کو نہیں ہو سکتا۔ بقول علامہ اقبال ؒ

سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے تو حرب وضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے!

☆ باطل ماحول کا جہاں تک ممکن ہو مقابلہ کیا جائے اور اسے بدلنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ جہاں یہ ممکن نہ ہو تو وہاں مصالحت اختیار کرنے کی بجائے اپنا ایمان بچانے کو ترجیح دی جائے۔ لہٰذا ایسے ماحول سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ باطل ماحول سے مصالحت اختیار کرنے والوں نے ہمیشہ اپنے دین وایمان کا نقصان اُٹھایا ہے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾

’’تم انہیں غار میں دیکھتے تو تمہیں یوں نظر آتا کہ سورج جب نکلتا ہے تو ان کے غار کو چھوڑ کر دائیں جانب چڑھ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بچ کر بائیں جانب اُتر جاتا ہے اور وہ ہیں کہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لیے تم کوئی ولی مرشد نہیں پا سکتے‘‘۔

(1) اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے ٹھکانے کی راہ دکھائی جہاں وہ امن واطمینان سے آرام کرتے رہے۔ ’’فجوۃ‘‘ کا معنی ہے کشادہ جگہ۔ وہ غار اندر سے کافی کشادہ اور ہوادار تھا۔ غار کا منہ شمال کی طرف تھا اس لیے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت دھوپ براہِ راست اندر نہ آتی تھی۔

یہ ان کی حفاظت کا خدائی انتظام تھا۔ انہیں غار میں زندہ رہنے کے لیے جس قدر ہوا اور دھوپ کی ضرورت تھی وہ ملتی رہی اور وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل بھی رہے۔ سورج کا طلوع اور غروب کے وقت ایک طرف ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مرض، موت اور ایام کی گردش کے اثرات سے محفوظ رکھا۔ جس طرح اس نے ان کو کفر و شرک سے بچایا اور ان کے ایمان کو محفوظ رکھا اسی طرح ان کے جسموں کو بھی صحیح وسلامت رکھا۔

(2) جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات اور قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ان سے سبق حاصل کرے تو اسے ہدایت مل جاتی ہے اور جو ان سے منہ موڑ لے تو اس کا مقدر گمراہی بن جاتی ہے۔ ایسے گمراہ شخص کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے جسے پھر کوئی ہدایت کے راستے پر نہیں لا سکتا۔

☆ اسباب و وسائل پر اللہ تعالیٰ کا مکمل اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ بننے سے یہ انسان کے لیے نفع بخش ہو جاتے ہیں۔ جب دنیا اللہ تعالیٰ کے بندوں پر تنگ ہو جائے، ظاہری و مادی اسباب منقطع ہو جائیں تو کائنات کی مخفی قوتیں اور غیبی اسباب اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان کے لیے نفع رساں بن جاتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے کامل وفاداری شرط ہے۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

''تم انہیں دیکھ کر یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اگر تم جھانک کر انہیں دیکھتے تو اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور تم پر ان کے نظارے سے دہشت بیٹھ جاتی''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی غار کے اندر کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ دیکھنے پر وہ بیدار محسوس ہوتے تھے۔ ان کی آنکھیں تو کھلی تھیں لیکن وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ وہ زیادہ کروٹیں لینے سے بھی بیدار نظر آتے تھے۔ ان کی کروٹ بدلنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا کہ ہم ان کی کروٹ بدلتے رہے۔ گویا ساری دنیا سے کٹ کر وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں آ گئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ

نے فرشتوں کو ان کی دیکھ بھال کے لیے نرسنگ ڈیوٹی پر مامور کر رکھا تھا جو ان کی کروٹیں بدلتے تھے تاکہ ایک طرف لیٹے رہنے سے ان کے بدن کو مٹی نہ کھا جائے۔ ان کے جسم Bed Sores جیسی تکلیف سے محفوظ رہ سکیں جو ایک کروٹ لیٹے رہنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا کتا عادت کے مطابق اپنے بازو غار کے دہانے پر پھیلائے سو رہا تھا گویا ان کی حفاظت کر رہا ہو۔ ان کا ایک سنسان غار میں الگ تھلگ لیٹنا جو اندر سے تاریک تھا اور غار کی چوکھٹ پر کتے کا بیٹھے ہونا ایک دہشت ناک منظر پیش کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے ماحول کو اتنا ڈراؤنا اور بھیانک بنا دیا تھا کہ وہاں پہنچتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور دل ڈوبنے لگتا اور کسی شخص کو اندر جانے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ یہ سب ان کو طویل مدت تک سلائے رکھنے کے خدائی انتظامات تھے۔

☆ جو لوگ باطل و سرکش ماحول سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے دامن سے چمٹ جائیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ وہاں وہ آرام اور سکون میسر آتا ہے جو دنیا میں کہیں بھی نہیں ملتا لیکن باطل پرستوں کو اس کا کیا اندازہ ہوگا؟ دنیا کے ٹھکرائے ہوؤں کو اللہ تعالیٰ ہی کے در پر سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں آ جانے سے ہی تمام کام سدھر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی ختم ہو جائے تو معاملات درست ہونے کی بجائے بگڑتے ہی چلے جاتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾

’’اور اسی کرشمے سے ہم نے انہیں اٹھا بٹھایا تاکہ ذرا آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ ان میں سے ایک نے پوچھا: کہو کتنی دیر اس حال میں رہے؟ دوسروں نے کہا شاید دن یا پھر اس سے کچھ کم رہے ہوں گے۔ پھر وہ بولے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حال میں گزرا۔ چلو اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں سے ملتا ہے۔ وہاں سے وہ کچھ کھانے کے لیے لائے اور چاہیے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی

کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے"۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انہیں مدت تک سلائے رکھا اسی طرح معجزانہ طور پر بیدار کردیا تاکہ آپس میں گفتگو کرکے انہیں پتہ چلے کہ وہ کتنی دیر سوتے رہے اور انہیں ہماری قدرت کا عملی طور پر کچھ اندازہ ہوجائے۔ وہ بیدار ہونے کے بعد ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ غار میں کتنی دیر رہے ہے؟ طویل نیند کے کچھ آثار لگتے تھے اور انہیں محسوس ہوا کہ آج وہ زیادہ دیر تک سوتے رہے ہیں۔ بعض نے اپنی رائے کا اظہار کیا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم وقت نیند میں گزارا ہے۔ جب وہ غار میں داخل ہوئے تو صبح کا پہلا پہر ہوگا اور جب بیدار ہوئے تو دن کا آخری پہر۔ نیند سے اٹھ کر اتنی طویل مدت بھی انہیں قلیل محسوس ہوئی۔ جب کسی نتیجے پر نہ پہنچے تو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا کہ وہ ہی غار میں رہنے کی اصل مدت جانتا ہے۔ اس بحث میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے جاگنے کے بعد بھوک محسوس کی تو کسی کو کھانا لانے کے لیے بھیجنے پر مشورہ ہوا۔ ان کے پاس چاندی کے سکے تھے جو وہ شہر سے نکلتے وقت اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ وہ کیونکہ بادشاہ اور اپنی قوم سے بھاگ کر آئے تھے اس لیے ہر وقت پکڑے جانے کا ڈر لگا رہتا تھا۔ انہیں دو طرح کی فکر لاحق ہوئی: ایک فکر یہ تھی کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔ ان کے خیال میں اسی بت پرست بادشاہ کی حکومت تھی جو ان کی جان و ایمان کا دشمن تھا۔ لہٰذا کھانا لانے والے کو تنبیہ کی گئی کہ ذرا ہوشیاری اور نرمی سے کام لے۔ وہ کسی سے نہ اُلجھے تاکہ کسی کو ہمارے ٹھکانے کا پتہ نہ چلے۔ وہ چپکے سے ایسے راستے سے جائے کہ جہاں زیادہ گہما گہمی نہ ہو تاکہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے۔ دوسری فکر یہ تھی کہ کھانا حلال ہونا چاہیے۔ یہ شہر کیونکہ بت پرستوں کا تھا اس لیے وہاں حرام خوراک کی دستیابی کا زیادہ امکان تھا۔ وہ فکرمند تھے کہ کہیں حرام میں ملوث نہ ہوجائیں۔ لہٰذا انہوں نے تاکید کی کہ وہ حلال و پاکیزہ کھانے کی تلاش کرے اور اس میں سے کچھ خرید کر لائے۔

☆ حرام سے بچنا ایمان کی علامت ہے اور اس میں ملوث ہونا ایمان کی کمزوری کی نشانی ہے۔ حرام کھانے والے آسانی سے فتنوں کا شکار ہوجائیں گے۔ دورِ فتن میں رزقِ حلال کی فکر کم ہوجائے گی اور حرام خوراک عام دستیاب ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان مال کے بارے میں پرواہ

نہیں کرے گا کہ یہ حلال ہے یا حرام‘‘ (مسند احمد)۔ گویا اس دور میں حلال وحرام کی تمیز ختم ہو جائے گی۔لوگ اس بات کی فکر میں ہوں گے کہ بس ان کے پاس پیسہ آنا چاہیے۔ یہ لاپرواہی انہیں یقینی طور پر فتنوں میں دھکیل دے گی۔ چنانچہ حلال پر قناعت کی جائے اور ہر قسم کے حرام سے بچا جائے۔مزید برآں مشکوک سے بھی بچا جائے۔ جو شے شک میں مبتلا کر دے اس سے بھی اجتناب کیا جائے۔ یہ طرزِ عمل ایمان کی حفاظت و مضبوطی کا ذریعہ بنے گا جو فتنوں سے حفاظت کا سبب ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

☆ حرام خوراک سے آگاہ ہونا بھی اشد ضروری ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی کی وجہ سے حرام خوراک جزوِ بدن بن رہی ہو۔شیطان اور اس کے پجاری بہت سی حرام خوراکوں کا لوگوں کو عادی بنا چکے ہیں۔ایسی خوراک بدن کو فاسد کرنے کے ساتھ ایمان کو بھی ختم کر رہی ہے۔ایمانی غیرت کے خاتمے اور بے حسی کے عروج کی ایک بڑی وجہ حرام میں ملوث ہونا ہے۔حرام خوراک کا استعمال کبھی بھی باطل سے نفرت اور ایمان پر ثابت قدمی اختیار کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔حرام پر پلنے والے بدن میں کبھی رجوع اِلی اللہ پیدا نہیں ہوسکتا۔لہٰذا جب تک اس بات کا یقین نہ کرلیا جائے کہ یہ خوراک حلال ہے، اسے استعمال نہ کیا جائے۔

☆ حلال مال بھی اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے جسے حرام جگہ اور حرام کاموں میں خرچ کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے بارے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پرس ہوگی کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ ان تمام حوالوں سے فکرمند رہنا عین ایمان کا تقاضا ہے۔

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٢٠﴾

’’اگر ان لوگوں کا کہیں ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے، یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے اور ایسا ہوا تو ہم کبھی فلاح نہ پاسکیں گے‘‘۔

(1) اس دور میں شہر افسس ایشیائے کوچک میں بت پرستی اور جادوگری کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ وہاں کے عامل، جادوگر اور فال گر بڑے مشہور تھے جن کے تعویز دنیا بھر میں مشہور تھے۔

اس کاروبار میں بڑا حصہ یہودیوں کا بھی تھا۔ اس بت پرستی، شر پرستی اور وہم پرستی کے ماحول میں خدا پرستوں یعنی اصحابِ کہف کی حالت کا اندازہ اس فقرے سے ہوسکتا ہے کہ اگر ان کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو وہ نہ ہماری جوانی پر ترس کھائیں گے اور نہ ہماری پاکدامنی کا لحاظ کریں گے بلکہ ہمیں سنگسار کر دیں گے۔ پہلے تو ہم بچ نکلے ہیں لیکن اب کی باری وہ ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔ یا ہمیں مجبور کر کے آبائی دین کی طرف لوٹا دیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ یہ ایسا خسارے کا سودا ہوگا جس کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔ آخرت کی جس کامیابی کے لیے ہم نے جو مشقت برداشت کی ہے، وہ سب ضائع ہو جائے گی۔ جو شخص ایمان کو چھوڑ کر کفر و شرک کی راہ اختیار کرے وہ کب فلاح پا سکتا ہے۔ یہ وہ اندیشہ ہے جس کی بنا پر انہوں نے احتیاط اور راز داری کی تاکید کی۔

(2) یہ لوگ باہم ہم کلام ہیں۔ انہیں پکڑے جانے کا بھی خوف ہے اور ایمان سے محروم کیے جانے کا ڈر بھی۔ انہیں معلوم نہیں کہ زمانہ گزر گیا ہے۔ ماہ و سال ایک عرصہ تک گردش کر چکے ہیں۔ شہر کے در و دیوار اور باشندے بدل چکے ہیں۔ صدیوں بعد نئے لوگ اور نیا زمانہ ہے۔

☆ اصحابِ کہف نے ایمان کی فکر کے حوالے سے جو طرزِ عمل اپنایا، ایک بندۂ مومن کی سب سے بڑی فکر یہی ہونی چاہیے۔ ایمان ہی سب سے قیمتی شے ہے یہ چھن گیا تو سب کچھ برباد ہو گیا۔ آج بہت سے لوگ دنیا کے حقیر فائدوں کی خاطر اپنا ایمان بیچ رہے ہوتے ہیں۔ دجال تو مادیت پرستی کا شاہکار ہوگا جو لوگوں کے لیے ایک ہمہ گیر فتنہ پیدا کر دے گا۔ لہٰذا اپنے ایمان و یقین کو گہرا اور مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی عملی مشق یہ ہوگی کہ ایمان اور اس کے تقاضوں کو ترجیح اوّل بنایا جائے اور اس میں کسی قسم کی سستی اور غفلت نہ کی جائے۔

وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا ﴿۲۱﴾

''اس طرح ہم نے اہل شہر کو ان کے حال پر مطلع کیا۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کی گھڑی بے شک آ کر رہے گی۔ (ذرا خیال کرو جب سوچنے کی اصل بات یہ تھی) اس وقت وہ آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ ان

کے ساتھ کیا کیا جائے؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک دیوار چن دو، ان کا ربّ ہی ان کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔ مگر جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے انہوں نے کہا کہ ہم تو ان پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے''۔

(1) وہ شخص کھانا خریدنے گیا تو دیکھا کہ شہر کے راستے، لوگوں کی تہذیب وتمدن، زبان و لباس اور رہن سہن ہر چیز بدل گئی ہے۔ اس نے سمجھا ہوگا کہ خواب دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کوئی چیز خریدنے کے لیے ایک دکاندار کو سکہ دیا تو وہ بھی حیران رہ گیا۔ لوگ جمع ہوگئے۔ یہ شخص گویا نئے زمانے میں پرانے دور کی ایک زندہ تصویر بن گیا۔ اس نے کہا کہ میں یہاں کا رہنے والا تھا۔ کل دقیانوس بادشاہ کو یہاں چھوڑ کر گیا تھا۔ لوگ اس کی بات سن کر حیران رہ گئے اور اسے بادشاہ کے پاس لے گئے تو وہاں سارا معاملہ کھل گیا۔ چنانچہ تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ انہی نوجوانوں میں سے ایک ہے جو آج سے سینکڑوں برس قبل بادشاہ کے دربار میں پیش ہوئے تھے اور باہر نکل کر کہیں کھو گئے۔ بہت تلاش کے باوجود ان کا پتہ نہ چل سکا کہ وہ کدھر گئے ہیں۔

(2) سریانی روایات کے مطابق وہاں آخرت اور قیامت کی بحث چل رہی تھی۔ وہ لوگ عیسائیت قبول کر چکے تھے لیکن رومی بت پرستی اور شرک کے اثرات موجود تھے۔ یہودی فرقہ صدوقی آخرت کا کھلم کھلا منکر تھا اور مسیحی علماء کے پاس ان کے مقابلے کے لیے مضبوط دلائل نہ تھے۔ اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس موضوع پر ان کے ایک مناظرے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ بادشاہ وقت حق پرست اور صاحب ایمان تھا۔ وہ اس حوالے سے بڑی تشویش میں مبتلا تھا۔ وہ اپنے دین کی تضحیک گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی کوئی مثال ہاتھ آئے لیکن اس کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل نہ تھی جس سے منکرین قیامت کو جواب دے سکے۔ تو عین اس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ''بعث بعد الموت'' کا عملی نمونہ اصحابِ کہف کی صورت میں انہیں دکھا دیا جسے دیکھ کر منکرین آخرت ایمان لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو سینکڑوں سال سونے کے بعد بیدار کرکے اپنی قدرتِ کاملہ کا ایک ناقابل تردید ثبوت فراہم کر دیا۔

(3) لوگوں کو اصحابِ کہف کا پتہ چلا تو وہ ان کو دیکھنے غار پر آ گئے۔ ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا تو اصحابِ کہف کو اندازہ ہو گیا کہ ان کی خبر باہر پہنچ چکی ہے۔ وہ اپنے غار میں معتکف ہو گئے تو

اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں قبض کر لیں۔ گویا اب وہ پہلے کی طرح عارضی نہیں بلکہ ہمیشہ کی نیند سو گئے۔ ان کی وفات کے بعد لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ اب ان کا کیا کیا جائے کہ ان کا ذکر باقی رہ جائے اور آنے والی نسلیں انہیں یاد رکھیں، ان سے عبرت حاصل کریں اور ان کو مشعل راہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جن لوگوں کو پہلے اپنا ایمان بچانے کے لیے غار میں پناہ لینی پڑی اب ان کی عزت افزائی ہو رہی ہے۔ وہ خلق کے مرجع عقیدت بن گئے۔ لوگ ان کی یادگار بنانے کی فکر میں ہیں اور ان سے عقیدت مندی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اہل حق کے ساتھ اس دنیا نے ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے۔ زندگی میں تو انہیں لوگوں کے پتھر کھانے پڑتے ہیں لیکن مرنے کے بعد ان کے بت پوجے جاتے ہیں اور ان سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ سے وفاداری اپنانے اور باطل کے ساتھ کسی قسم کی مصالحت نہ کرنے والے دوسروں کے لیے مشعل راہ بنتے ہیں۔ ایمان اور اس کے تقاضوں کو اگر ترجیح اوّل بنا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ آخرت سنوارنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اس کا انعام دیتا ہے اور وہ ہے لوگوں کے دلوں میں عزت پیدا ہونا۔ باطل سے مصالحت اختیار کرنے والوں کو دنیا نے ہمیشہ حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں۔ عزت و سرفرازی صرف اہل عزیمت ہی کے حصے میں آتی ہے نہ کہ بزدلوں کے۔

☆ فتنوں کے دور میں باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے بہت کم ہوں گے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہوگی کہ کوئی استقامت کا نمونہ بنے۔ اس سے دوسروں کی بھی ہمت بڑھے گی۔ یہ اُسوہ اپنا ایمان بچانے کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی نمونہ بنے گا اور انہیں بھی باطل کے سامنے ڈٹ جانے کی ترغیب ملے گی۔ چنانچہ اس طرح کے حالات میں اصحابِ کہف روشنی کے جگمگاتے ہوئے مینار کی طرح ہیں۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ
رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ
مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ
فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿٢٢﴾

''کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔ اور کچھ دوسرے کہہ دیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ سب بے تکی ہانکتے ہیں۔ کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کہو میرا ربّ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے۔ کم ہی لوگ ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔ پس تم سرسری بات سے بڑھ کر ان کی تعداد کے معاملے میں لوگوں سے بحث نہ کرو اور نہ ان کے متعلق کسی سے پوچھو''۔

(1) اس واقعہ کے تقریباً پونے تین سو سال بعد قرآن مجید کے نزول کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں اصحابِ کہف کے بارے میں مختلف افسانے پھیلے ہوئے تھے۔ اہل کتاب اور مشرکین عرب میں ان کے قصے موجود تھے لیکن کوئی مستند معلومات نہیں تھیں۔ وہ پریس کا زمانہ نہیں تھا۔ واقعات زبانی پھیلتے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ افسانے بن جاتے۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ تاریخی مباحث میں بعض باتیں حذف کر دیتے ہیں اور بعض کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ نئی باتیں سامنے آ جاتی ہیں اور اصل قصہ ایک طرف رہ جاتا ہے۔ اصحابِ کہف کے بارے میں آج بھی بہت سی من گھڑت اور مضحکہ خیز باتیں سننے کو ملتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین کے مطابق ان کی تعداد سات تھی۔ آیت نمبر 19 میں اصحابِ کہف کی بیداری کا ذکر ہے۔ ایک نے پوچھا کہ کتنی دیر سوتے رہے ہو تو کچھ (چند) نے کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اس کے لیے جمع کا صیغہ ''قالوا'' آیا ہے جس کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد پھر اسی جمع کے صیغے میں کچھ (چند) کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے کہا: تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کتنی دیر یہاں رہے۔ گویا ایک، جمع تین، جمع تین برابر سات ہوئے۔ آیت نمبر 22 میں تذکرہ ہے کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ تین تھے اور بعض کا کہنا کہ پانچ۔ قرآن مجید نے ان دونوں آراء کی تردید کی ہے کہ وہ اپنے اندازے لگا رہے ہیں اور عقل کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں لیکن جب سات کی تعداد کا تذکرہ ہوا تو قرآن مجید نے اس کی تردید نہیں کی۔ گویا یہ ممکنہ تعداد ہو سکتی ہے۔ مزید یہ کہ یہاں اسلوب بیان بھی بدلا ہوا ہے۔ **رابعھم** اور **سادسھم** سے قبل ''واوِ عطف'' نہیں ہے لیکن **ثامنھم** سے قبل ہے۔ گویا اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت اور وثوق کے ساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔ قدیم رومن لٹریچر میں جہاں ان کا ذکر ملتا ہے

وہاں ان کی تعداد سات بتائی گئی ہے۔ اس ضمن میں گبن کی مشہور کتاب "The Seven Sleepers" میں بھی سات ہی کی تعداد کا ذکر ملتا ہے۔ تفسیر مظہری میں بھی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب اصحابِ کہف کے سات ہی نام بیان ہوئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہود نے قریش کو صحیح تعداد سات ہی بتائی ہو اور مقصد یہ ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لیا جائے کہ اس معاملے میں کیا کہتے ہیں۔ اس سے ان کی رسالت کی صداقت کی بھی تصدیق ہو جائے گی۔

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی گئی ہے کہ اس قصے میں ان کی تعداد کا جاننا اصل مقصد نہیں ہے۔ اصل توجہ عبرت اور سبق کی طرف ہونی چاہیے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا واقعہ سنا دیا ہے آپ بھی لوگوں کو اتنا سنا دیں۔ اہل کتاب کا علم نامکمل ہے لہٰذا ان سے پوچھنا بے سود ہے۔ بعض لوگوں کو بحث ومباحثہ کا روگ لگ جاتا ہے۔ ان کو اصل حقیقت سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو قائل کرنے کی فکر نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان کو اچھے انداز سے ٹال دینا چاہیے۔

☆ قرآن مجید میں بہت سے قصے بیان ہوئے ہیں، کسی قصے کی تفصیل زیادہ اور کسی کی کم ہے۔ اصل اہمیت قصے کی نہیں ہے بلکہ اس میں بیان کردہ سبق کی ہے۔ لوگوں کا عمومی طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ سبق کی طرف توجہ کم دیتے ہیں اور غیر ضروری باتوں میں پڑ جاتے ہیں۔ من گھڑت باتیں زیادہ مرغوب بن جاتی ہیں۔ قصوں کو دل چسپ بنانے کے لیے سچی اور جھوٹی باتوں کو اکٹھا کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بات بیان فرما دی ہے اسی پر اکتفا جائے۔ جو بات بیان نہیں کی گئی اس کی کھود کرید میں نہ پڑا جائے۔ بے مقصد کاموں میں اپنا وقت اور صلاحیتیں نہ کھپائی جائیں۔ غیر اہم موضوعات اور بحث ومباحثہ سے اجتناب کیا جانا چاہیے۔ وقت اور صلاحیت کو اپنے اور اُمت کے فائدے کے لیے تعمیری کاموں لگایا جانا چاہیے۔ مزید برآں دین کی سربلندی کے لیے اپنے آپ کو کھپایا جائے تاکہ امت پر آیا ہوا زوال ختم ہو سکے اور مسلمان دوبارہ عروج اور کامیابی کی طرف گامزن ہو سکیں۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾

’’اور دیکھو، کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کروں گا (تم کچھ

نہیں کر سکتے) اِلا یہ کہ اللہ چاہے۔ اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے ربّ کو یاد کرو اور کہو امید ہے کہ میرا رب اس معاملے میں رُشد سے قریب تر بات کی طرف میری رہنمائی فرما دے گا''۔

(1) یہود کے مشورے پر قریش نے جو سوالات پوچھے اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں کل بتاؤں گا لیکن کافی دنوں تک وحی نہ آئی جس پر آپ ﷺ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آ گئی کہ آئندہ ہر کام میں 'اِن شاء اللہ' ضرور کہا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں معاشرتی زندگی میں بہت سے ایسے کلمات سکھائے ہیں جن میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جیسے ان شاء اللہ، ما شاء اللہ، سبحان اللہ اور الحمد للہ وغیرہ۔ یہ کلمات ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ ہماری ہر حرکت اور ہمارا ہر سانس اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔ انسان کتنا ہی عقلمند کیوں نہ ہو مستقبل کے بارے میں جاننے سے قاصر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے اور کوئی بھی منصوبہ بندی نہ کرے بلکہ وہ جو منصوبہ بھی بنائے اس میں اپنی عقل پر انحصار نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا طلبگار رہو۔ بھول جانا عام طور پر شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے۔

(2) آپ یہ بھی فرما دیں کہ اصحابِ کہف کا قصہ بتانا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے زیادہ عجیب باتوں کا علم دیا ہے۔ وہ آئندہ بھی مجھے ایسی باتیں بتائے گا جس سے تمہیں میری رسالت کی صداقت کا ثبوت ملے گا۔ یا قریش مکہ کی مخالفت کے مقابلے میں اصحابِ کہف سے زیادہ عجیب طریقے سے آپ کی حفاظت کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کی۔

☆ اپنی عقل اور صلاحیتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔ توکل اور ذکرِ الٰہی فتنۂ دجال سے نکلنے کے لیے بہت ضروری ہیں۔ دونوں ہی صورتوں میں مادیت پرستی کی جڑ کٹتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے۔

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾

''اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور (کچھ لوگ مدت کے شمار میں) نو سال اور بڑھ گئے ہیں۔ تم کہو، اللہ ان کے قیام کی مدت زیادہ جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سب پوشیدہ احوال اسی کو معلوم ہیں۔ کیا خوب ہے وہ دیکھنے والا اور سننے والا۔ زمین و آسمان کی مخلوقات کا کوئی خبر گیر اس کے سوا نہیں اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا''۔

(1) اکثر مفسّرین کے مطابق ان کے غار میں رہنے کی مدت شمسی اعتبار سے تین سو اور قمری حساب سے تین سو نو سال ہے۔ اس مدت سے کوئی اختلاف کرے تو آپ کہہ دیں کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ ممکن ہے کہ تین سو سال تک سوئے اور پھر بیدار ہوئے۔ اس بیداری کے بعد مزید نو سال تک سوتے رہے۔ بعض مفسرین کی رائے میں جس طرح اصحابِ کہف کی تعداد کے بارے میں لوگوں کا اختلاف تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن مجید میں نقل کیا۔ اسی طرح یہ بھی لوگوں کا ہی قول ہے۔ اس کی دلیل بعد والی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدتِ قیام کو جانتا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ تین سو نو سال جاگنے کے بعد سے عہد نبوی ﷺ کی مدت بیان فرمائی ہے یعنی لوگوں سے مل کر پھر سو رہے جس کو آپ کے زمانہ تک اتنا عرصہ گزرا ہے۔ واللہ اعلم

(2) جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے پر محیط ہے اسی طرح اس کی قدرت واختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے ایسے موجود ہے کہ اس جیسا نہ کوئی دیکھنے والا ہے اور نہ سننے والا۔ نہ آسمان وزمین کے علم میں اس کا کوئی شریک اور مددگار ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا اکیلا خالق، مالک اور حاکم ہے۔ سیاسی گوشے میں غیر اللہ کی حاکمیّت آج کا سب سے بڑا شرک ہے۔ آج کا انسان اپنے آپ کو مختارِ کل سمجھتا ہے اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین کو معطل کیے بیٹھا ہے۔ یاد رہے کہ حرام وحلال کے حوالے سے قانون سازی کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نہ کہ کسی فرد یا پارلیمنٹ کے پاس۔ چنانچہ غیر اللہ کی حاکمیّت کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی حاکمیّت قائم کرنا ہی اہل ایمان کا اصل امتحان ہے۔ (جاری ہے)

قسط نمبر 3

# تربیتِ اولاد کے اسلامی اُصول

شیخ محمد بن جمیل زینو رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: حافظ خالد حیات محمود

## ارکانِ اسلام:

صحیح بخاری (رقم: ۸) اور صحیح مسلم (رقم: ۱۶) کی روایت میں رسالت مآب ﷺ کا ارکانِ اسلام کے بارے میں اِرشاد ہے:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ)) یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

1۔ ((شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ)) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جن کی اطاعت وفرماں برداری اللہ تعالیٰ کے دین (اسلام) کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے۔

2۔ ((وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ)) اور نماز کو اس کے تمام ارکان اور واجبات سمیت پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا۔

3۔ ((وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ)) اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ [اور یہ زکاۃ مسلمان پر جب واجب ہوجاتی ہے] تو اس صورت میں اس کو اڑھائی فیصد کے حساب سے سال گزرنے پر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ نقدی کے علاوہ جن جن چیزوں پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، ان کے نصاب کا تعین بھی اسلامی تعلیمات کے ذریعے کر دیا گیا ہے۔

4۔ ((وَ حَجِّ الْبَيْتِ)) اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ اور یہ ہر اُس مسلمان پر فرض ہوجاتا

ہے جو مکہ مکرمہ میں اللہ کے گھر پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

5۔ ((وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔اور روزے کا مطلب یہ ہے کہ انسان روزے کی نیت سے طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے کے علاوہ روزے کے منافی دیگر تمام چیزوں سے اپنے آپ کو باز رکھے۔

## ارکانِ ایمان:

صحیح مسلم (رقم: ۸) کی روایت میں ارکانِ ایمان کی تفصیل کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی اس طرح ہے:

1۔ ((اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ)) یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر تیرا ایمان لانا۔اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جس طرح عبادت میں اپنا کوئی ساجھی یا شریک نہیں رکھتا، اسی طرح وہ اپنی جملہ صفات میں بھی یگانہ و یکتا ہے۔

2۔ ((وَ مَلَائِكَتِهٖ)) یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا۔ یہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں جن کو حق تعالیٰ نے اپنے اوامر کی تنفیذ کا فریضہ سرانجام دینے کی خاطر پیدا فرمایا ہے۔

3۔ ((وَ كُتُبِهٖ)) یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا۔اور وہ کتابیں؛ تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ پاک کی صورت میں موجود ہیں۔البتہ قرآنِ پاک کو ان تمام کتابوں میں افضل ترین کتاب ہونے کا اعزاز حاصل ہے[ کہ یہی اپنی اصل صورت میں بھی آج تک موجود ہے]۔

4۔ ((وَ رُسُلِهٖ)) یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا۔سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں، جب کہ سب سے آخری پیغمبر جناب محمد ﷺ ہیں۔

5۔ ((وَالْيَوْمِ الْآخِرِ)) یعنی آخرت کے دن پر ایمان لانا۔اور یہ وہ دن ہے جس میں لوگوں کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اور مکمل جانچ پڑتال کے بعد ان کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

6۔ ((وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ)) یعنی قضا و قدر پر راضی رہنا، چاہے وہ انسان کے حق میں بہتر ہو، یا نہ ہو۔ کیونکہ کائنات میں جو کچھ بھی رونما ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت ہی سے رونما ہوتا ہے، لیکن مادی اسباب کو اختیار کرنا اس ایمان کے ہر گز منافی نہیں ہے۔

(جاری ہے)

# کیا پہنیں؟ کیا نہ پہنیں؟

آج کل کے مادی دور میں لباس (CLOTHING)
اور برینڈز FASHION, STYLE, DRESS SENSE

ع - ت بنتِ فاروقی

ارشادِ نبوی ﷺ "فِيهِ ذِكْرُكُمْ" [اس (قرآن) میں تمہارا ذکر ہے یعنی تمہارے لیے ہدایات ہے] کے ضمن میں، لباس (کپڑوں) کے بارے میں بھی قرآن مجید میں مختصر مگر جامع ہدایات موجود ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر 26 میں لباس کا مقصد بھی واضح کیا جا رہا ہے:

يٰبَنِىٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ O

"اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اُتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت دے اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے یہ اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں"۔

اولادِ آدم چاہے دنیا کے کسی خطے میں رہائش پذیر ہو، اس کے خالق و مالک نے اس کے لیے لباس کو خاص اپنی عنایت قرار دیا ہے۔ ظاہراً تو جانوروں کو بھی دُم لگا کر لباس اور ستر کے ردّ وقدح سے نکال دیا گیا ہے اور اشرف المخلوقات کو بتایا جا رہا ہے کہ تمہاری یہ CLOTHING کوئی خودساختہ (SELF MADE) چیز نہیں بلکہ ہم نے نازل کی ہے GOOD GIFTED ہے، عنایتِ ربی ہے۔ تمہارا لباس ربّ العالمین کی نظر میں تب تعریف پر پورا اُترے گا جب یہ دو مقاصد پورے کرے گا: (1) تمہارے ستر والے اعضا کو ڈھانپے اور (2) زینت کا موجب ہو۔

آیت قرآنی میں الفاظ کی ترتیب یونہی ہے کہ پہلے ستر کو ڈھانپنے والا ہو اور پھر زینت کا ذریعہ بھی ہو۔ نئے کپڑے پہننے کی ایک مسنون دُعا میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَيَاتِیْ (تمام شکر اُس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس کے ذریعے میں اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں خوبصورتی حاصل کرتا ہوں)

لباس کے چناؤ اور ڈیزائننگ میں مرد و عورت دونوں کے پیشِ نظر جو پہلی بات ہے وہ ہے قابلِ شرم حصوں کو چھپانا، اس کا TEXTURE، بناوٹ، اس کا ڈیزائن، اس کا معیار سب کچھ کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو اگر جسم کے قابلِ شرم حصوں کو چھپا نہیں رہا تو بے مقصد اور بے کار ہے۔

زینت بھی لباس کا دوسرا مقصد ہے۔ ستر و حجاب کی حدود میں رہتے ہوئے آپ کے جمالیاتی ذوق، ماحول اور موسم کے مطابق لباس آپ کے ظاہر کو زینت اور عمدگی عطا کرتا ہے۔

آج کل کے دور میں وہ تمام لباس (یا لباس کے نام پر دھبے) جو اپنے مقصد کو پورا نہیں کر رہے چاہے وہ برانڈ اور قیمت میں کتنے ہی بلند کیوں نہ ہوں اس قابل نہیں ہیں کہ انسان اُن کو زیبِ تن کرے۔ ع اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں......۔

رب کائنات کا برانڈ: رب کائنات ہمیں لباس کے ایک ایسے برانڈ سے متعارف کروا رہے ہیں جو اُن کا پسندیدہ بھی ہے اور ان کے قرب کا ذریعہ بھی: وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (اور پرہیز گاری کا لباس، وہ سب سے اچھا ہے)

تمہارا لباس ''تقویٰ'' کا لباس ہو۔ خدا خوفی سے مزین ہو۔ حلال حرام کی تمیز سے بنا ہو۔ اس پر پرہیز گاری کا چھاپا ہو۔ جس کو پہن کر تم مجسم ''مسلم'' لگو۔ یہی لباس بہتر ہے۔

اس تقویٰ کے لباس کے ساتھ دو باتوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ کپڑا قیمتی ہو تو احتیاطی تدابیر ساتھ ہی چلی آتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے برینڈ کے کپڑے ہیں تو احتیاط بھی لازم ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لباس تو تقویٰ کا ہے، مردوں میں پائنچے ٹخنوں سے اوپر، پگڑی، کُرتا لیکن گفتگو حیادار نہیں، سودخوری سے پرہیز نہیں، حلال حرام سب چلتا ہے تو ایسا لباس مطلوب نہیں۔ اسی طرح کہیں ایسا نہ کہ خواتین برقع، پردہ، چادریں کریں لیکن اگر دل میں خدا خوفی، کردار میں پرہیز گاری اور اعمال

وافعال میں حلال وحرام کا خیال نہیں تو ظاہری تقویٰ کا لباس اللہ کے ہاں شرفِ قبولیت نہیں پائے گا۔ ع دل ونگاہ جو مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ دوسری طرف میرا ظاہراً حلیہ تو بالکل اسلام بیزار ہے، لیکن کیونکہ میرے دل میں بہت اللہ کی محبت ہے۔آنکھوں میں بہت حیا ہے۔خدا خوفی سے لبریز ہوں۔تو یہ بات بھی ناکافی ہے۔ایسے تقویٰ کا کوئی فائدہ نہیں جس کے اثرات ہمارے ظاہری حلیے اور لباس میں نہ آئیں۔ایک خوشبو کی شیشی سے خوشبو نہیں آرہی تو مطلب یہی ہے کہ پانی بھرا ہے اور ہم نے خود کو خوشبو کا دھوکہ دے رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں لباس کے مقاصد کو سمجھنے،ان کو اختیار کرنے اور اپنے قلب ونظر ولباس کو تقویٰ سے مزین کرنے کی توفیق دے۔آمین

اگر ہم اپنے روحانی وجود کو تقویٰ کے لباس سے آراستہ کریں گے تو اس کے درج ذیل فائدے بھی ہمیں حاصل ہو جائیں گے۔

## اللہ کا تقویٰ اور اس کے فائدے

- جو شخص علم کی دولت چاہتا ہے......اسے چاہیے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرۃ:282) ترجمہ:''اور تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ تم کو تعلیم دیتا ہے اور ہر چیز کو جاننے والا ہے''۔

- جو شخص رزق حاصل کرنا چاہتا ہے......اسے چاہیے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطّلاق:2-3) ترجمہ:''اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا وہ اس کیلئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنائے گا اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا''۔

- جو شخص اپنے کاموں میں آسانی چاہتا ہے......اسے چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا (الطّلاق:4) ترجمہ:''اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا''۔

- جو شخص چاہتا ہے کہ اسے حق و باطل کی پہچان ہو جائے اور اللہ اس کی خطاؤں کو مٹا دے اور اس کی مغفرت کر دے......اسے چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے۔

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ (الانفال:29)

ترجمہ: ''اور اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہیں (حق و باطل کی) تمیز عطا کرے گا اور تمہاری برائیوں کا کفارہ کر دے گا اور تمہیں مغفرت سے نوازے گا''۔

- جو شخص آخرت میں نجات حاصل کرنا چاہتا ہے...... اسے چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے۔

ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِينَ اتَّقَوْا ...... (مریم:72) ترجمہ: ''پھر ہم ان لوگوں کو تو نجات دیں گے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا''۔

- جو شخص اللہ کا ولی اور دوست بننا چاہتا ہے...... اسے چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (یونس:62-63) ترجمہ: ''یاد رکھو جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیے رہے''۔

- جو شخص جنت چاہتا ہے اسے چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِى نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم:63) ترجمہ: ''یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُس کو بنائیں گے جو متقی ہوا''۔

- ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اوّلین و آخرین سب کو جس کام کی تاکید کی ہے وہ اللہ کا تقویٰ ہی ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (النساء:131) ترجمہ: ''اور ہم نے تم سے پہلے اہل کتاب کو اور تمہیں بھی یہی تاکید کی ہے کہ اللہ سے ڈرو......''

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الْمُتَّقِيْنَ وَالْمُخْلَصِيْنَ۔ آمین یارب العالمین

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

# انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ
# سالانہ رپورٹ 2021ء

الحمدللہ! انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ اپنے آغاز ہی سے ارفع مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہے اور انجمن کے مجلس عاملہ، مشاورت اور سالانہ اجلاسِ عام باقاعدگی سے منعقد ہوتے ہیں۔ ملک میں COVID-19 کی صورت حال بہتر ہو جانے کے بعد انجمن کی سرگرمیاں الحمدللہ دوبارہ جاری ہو گئی ہیں۔

مؤرخہ 13 ستمبر 2021ء کو انجمن کے صدر مؤسس محترم مختار حسین فاروقی صاحب انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، آمین۔ انجمن کے دستور کی دفعہ 3 (ج) کی روشنی میں مؤرخہ 21 ستمبر 2021ء کو انجمن کی مجلس شوریٰ کے خصوصی اجلاس نے کثرتِ رائے سے جناب انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب کو انجمن کا نیا صدر منتخب کیا جس کے بعد انھوں نے انجمن کی تمام ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔

انجمن کی سرگرمیوں کی جنوری تا دسمبر 2021ء کی رپورٹ درج ذیل ہے:

## 1 دروسِ قرآن وخطابات

**ہفتہ وار ترجمۃ القرآن نشست** جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہفتہ وار ترجمۃ القرآن نشست بروز جمعۃ المبارک 11:00 سے 12:40 تک سے منعقد ہوتی رہی ہے جس میں پہلے صدر مؤسس جناب مختار فاروقی صاحب (10 ستمبر 21ء تک) اور ان کی وفات کے بعد جناب عبداللہ اسماعیل صاحب سلسلہ وار قرآن مجید کا ترجمہ وتشریح کرتے رہے ہیں۔ اس نشست کے بعد جناب مفتی عطاء الرحمٰن صاحب 12:40 سے 01:00 تک درسِ حدیث دیتے ہیں۔ اس

نشست میں حاضری 50 افراد کے قریب رہی ہے۔

**سلسلہ ہائے دروسِ قرآن مجید** انجمن کے زیر اہتمام شہر کے مختلف مقامات پر روزانہ، ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہانہ دروس کے درج ذیل پروگرام جاری رہے:

**روزانہ پروگرام** ❶ مختصر درسِ قرآن ، بعد از نمازِ فجر، اور ❷ مختصر درسِ حدیث، بعد از نمازِ عشاء، بمقام جامع مسجد قرآن اکیڈمی (مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل)

**ہفتہ وار پروگرام** اتوار، بعد از نمازِ عشاء، بمقام رہائش گاہ حاجی صدیق شہزاد صاحب محلّہ سلطان والا جھنگ (مدرّس: عبدالمجید کھوکھر)۔

**پندرہ روزہ پروگرام:** ❶ پہلا اور تیسرا منگل، بعد از نماز عشاء، بمقام رہائش گاہ جناب رانا شہباز احمد صاحب محلّہ سلطان والا جھنگ (مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل)۔ ❷ دوسرا اور چوتھا منگل، بعد از نماز عشاء، بمقام جامع مسجد عبیداللہ (المعروف گنبدوں والی مسجد) جھنگ (مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل)۔ ❸ دوسرا اور چوتھا سوموار، بعد از نماز عشاء، بمقام رہائش گاہ اصغر علی مگھیانہ صاحب، کھوکھرا چک، جھنگ۔ (مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل)

**ماہانہ پروگرام:** ❶ پہلا سوموار، بعد از نمازِ مغرب، بمقام رہائش گاہ حاجی منظور انور صاحب واقع سٹیلائٹ ٹاؤن جھنگ (مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل)۔ ❷ دوسرا بدھ، بعد از نمازِ مغرب، بمقام مسجد بلال، محلّہ احمد نگر جھنگ (مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل)۔ ❸ دوسرا جمعہ، بعد از نماز مغرب، بمقام رہائش گاہ رانا امتیاز احمد صاحب واقع مدینہ ٹاؤن، جھنگ (مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل)۔ ❹ دوسرا اتوار بعد از نمازِ مغرب، بمقام رہائش گاہ جناب محمد اعظم سیال صاحب واقع گلشن کالونی جھنگ (مدرّس : انجینئر عبداللہ اسماعیل)۔ ❺ تیسرا جمعہ بعد از نمازِ مغرب بمقام رہائش گاہ جناب ظفر اقبال ظفر صاحب (مرحوم) واقع دارُ السکینہ روڈ جھنگ (مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل)۔

## 2 خصوصی تقاریب وسیمینارز

COVID-19 اور اس وائرس کی دیگر لہروں سے رونما ہونے والی ملکی صورتحال کی وجہ سے قرآن اکیڈمی جھنگ میں سیمینار منعقد نہیں ہو سکے۔

## 3 تعلیمی وتربیتی پروگرام

<u>25روزہ قرآن فہمی کورس</u> حسب سابق اس سال بھی قرآن اکیڈمی جھنگ میں پچیس روزہ قرآن فہمی کورس بعنوان ''پھر سوئے حرم لے چل'' منعقد کیے گئے جو کہ تمام جز وقتی تھے۔ پہلا کورس: مؤرّخہ 25 جنوری تا 17 فروری، شرکت 08 افراد۔ دوسرا کورس: مؤرّخہ 4 مارچ تا 27 مارچ، شرکت 13 افراد۔ تیسرا کورس: مؤرّخہ 14 جون تا 03 جولائی، شرکت 10 افراد۔ چوتھا کورس: مؤرّخہ 26 اگست تا 18 ستمبر منعقد کیا گیا جس میں 15 افراد نے شرکت کی۔ جناب مختار فاروقی صاحب کی اچانک رحلت کی وجہ سے ماہ اکتوبر اور نومبر 21 میں یہ تربیتی کورس منعقد نہیں کیا جاسکا۔ پانچواں کورس: یکم دسمبر تا 20 دسمبر منعقد کیا گیا ہے، جس میں 12 افراد نے شرکت کی۔

<u>ماہانہ تربیتی نشست برائے خواتین:</u> (1) قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہر ماہ کے پہلے منگل، خواتین کے لیے تربیتی نشست خواتین ہال میں صبح 9:00 تا 11:00 بجے منعقد ہوتی ہے جس میں خواتین کی اوسطاً حاضری 100 سے 150 کے درمیان رہی ہے۔ اس پروگرام میں خواتین کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ماہِ نومبر سے یہ نشست قرآن آڈیٹوریم میں منعقد ہو رہی ہے۔

(2) خواتین کے لیے دوسری تربیتی نشست ہر مہینے کے دوسرے اتوار 9:00 تا 10:00 مدرسہ جنت القرآن، سرکلر روڈ جھنگ سٹی میں منعقد ہوتی ہے۔

<u>شب بیداری:</u> جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہر قمری ماہ کی 27 ویں شب کو شب بیداری کا تربیتی پروگرام منعقد کیا جاتا ہے۔

<u>ناظرہ قرآن مجید کلاس</u> قرآن اکیڈمی کے گردونواح کے مقامی رہائشی بچے اور بچیوں کے لیے ناظرہ قرآن مجید کی کلاس کا سلسلہ جاری ہے۔ والدین اپنے بچوں کو ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم کے لیے قرآن اکیڈمی میں بھیجتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک معلّمہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جس کا مشاہرہ اکیڈمی ادا کرتی ہے۔

## 4 رمضان المبارک کی سرگرمیاں

ملک میں COVID-19 کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورت حال قدرے بہتر ہوجانے کے بعد رمضان المبارک کے سلسلہ کی محدود سرگرمیاں منعقد کی گئیں۔ استقبالِ رمضان

کے شہر بھر میں چند پروگرام بھی منعقد ہوئے، البتہ تراویح کے بعد ترجمۃ القرآن کا ایک پروگرام جناب عبدالمنان کوکب صاحب کی رہائش گاہ واقع دارالسکینہ روڈ جھنگ صدر پر منعقد ہوا جہاں عبداللہ اسماعیل صاحب نے ابتدائی 16 پاروں کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی۔ جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں تراویح کے دوران پڑھے جانے والے قرآن مجید کا خلاصہ جناب مختار فاروقی صاحب نے پیش کیا۔ اس کے علاوہ جامع مسجد مدینہ ٹاؤن بھکر روڈ میں خلاصہ قرآن مجید کے فرائض جناب چودھری ناصر علی صاحب اور جامع مسجد شاد باغ کالونی ٹوبہ روڈ میں جناب محمد وسیم صاحب نے ادا کیے۔

## 5 مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

یہ انجمن کا ذیلی ادارہ ہے جس کے تحت کتب و رسائل کی طباعت اور اشاعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مکتبہ کی اس سال کی کارکردگی مندرجہ ذیل ہے:

**ماہنامہ حکمت بالغہ** اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ماہنامہ حکمت بالغہ 15 سالوں سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور اب تک 15 خصوصی شمارے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ بانی مدیر محترم فاروقی صاحب کا ارادہ تھا کہ اس سال خصوصی شمارہ ''علامہ اقبال کا فلسفہ خودی'' کے عنوان سے شائع کیا جائے گا تاہم ان کی وفات کے سبب یہ ممکن نہ ہوسکا۔ البتہ ماہِ نومبر میں ''یادِ فاروقیؒ نمبر'' کے عنوان سے خصوصی شمارہ شائع کیا گیا ہے جس میں فاروقی صاحب علیہ الرحمہ کی ملکی و ملّی اور قرآنی خدمات اور ان کی زندگی کے مختلف گوشوں اور یادوں پر متعدد حضرات (اہل علم و قلم، انجمن و تنظیم کے احباب، بچپن کے دوست، اکیڈمی کارکنان اور اہل خانہ) کی تحریریں اور تعزیتی پیغامات اور خطوط شائع کیے گئے ہیں۔

**سلسلۂ مطبوعات** مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کے سٹاک میں کتاب ''صہیونیت، قرآن مجید کی روشنی میں'' ختم ہونے کی وجہ سے اور قارئین کے اصرار پر اس کا دوسرا ایڈیشن طبع کروایا گیا ہے۔

## 6 متفرقات

**الہدیٰ لائبریری** قرآن اکیڈمی جھنگ میں لائبریری قائم ہے جس میں تفاسیر، حدیث، سیرت اور دیگر علوم و فنون کی کتب اور آڈیو ویڈیو مواد برائے مطالعہ دستیاب ہے اور مکتبہ کی کتب

اور ماہنامہ حکمت بالغہ کے تبادلہ میں 50 سے زائد رسائل وجرائد ہر ماہ موصول ہوتے ہیں۔

**تقسیم الکتاب** قرآن فاؤنڈیشن لاہور کی جانب سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ و تفسیر ’الکتاب‘ کا تحفہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں 700/1100 یا اس سے زائد نمبر حاصل کرنے والے طلباء کو دیا جاتا ہے۔ جھنگ اور گردونواح کے علاقہ میں تقسیم ’الکتاب‘ کا کام انجمن کے ذمہ ہے۔

**تعمیرات** ❶ قرآن اکیڈمی میں منعقد ہونے والے سیمینارز اور دیگر پروگرامز کے لیے متصلہ پلاٹ میں کورڈ پارکنگ بنادی گئی ہے۔ ❷ قرآن اکیڈمی میں برلب سڑک ’دار المطالعہ‘ کے نام سے جگہ بنائی گئی ہے جہاں شام کے اوقات میں مقامی حضرات دینی لٹریچر کا مطالعہ کر سکیں گے۔

**تحفظ قرآن** قرآن اکیڈمی میں مقدس اوراق اور شہید قرآن پاک کو جمع کر کے ایک کمرہ میں سٹور کر لیا جاتا ہے، پھر انھیں کسی ریسائیکلنگ فیکٹری یا معتبر ادارے کو بھجوا دیا جاتا ہے۔ اس سال بھی دو ٹرک لوڈ کر کے بھجوائے گئے ہیں۔

**اصلاحِ رسوم** اصلاحِ رسوم کے حوالے سے بھی انجمن اس نیک مقصد میں حصہ ڈال رہی ہے۔ جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں منعقد ہونے والی تقاریبِ نکاح میں اس ضمن میں خاص طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔

**مہمانان کی آمد** قرآن اکیڈمی جھنگ کے وزٹ کے لیے اہل علم حضرات تشریف لاتے رہے ہیں۔ اس سال مختلف معزز شخصیات بشمول جناب پرویز اقبال صاحب (لاہور)، مرکز تنظیم اسلامی کے مرکزی عہدیداران (بشمول جناب خورشید انجم صاحب، جناب محمد اشفاق ندیم صاحب، میجر (ر) فتح محمد صاحب اور جناب ملک شیر افگن صاحب) تشریف لائے۔ ان کے علاوہ جناب عثمان غنی صاحب، جنرل منیجر احمد رائس ملز جھنگ، جناب مشرف عارف صاحب (مرکز تنظیم اسلامی لاہور) جناب تجمل حسن میر صاحب (مرکز تنظیم اسلامی لاہور)، جناب احمد بلال صاحب سیلز منیجر PIA آفس فیصل آباد، جناب ساجد مقبول گوجرا صاحب، SPO PIA فیصل آباد اور محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب، امیر تنظیم اسلامی پاکستان، قرآن اکیڈمی جھنگ میں تشریف لائے اور ان مہمانان نے اپنے تاثرات بھی قلم بند کیے۔ صدر انجمن جناب مختار فاروقی کی وفات کے موقع پر بھی اندرونِ شہر اور ملک کے دیگر علاقوں سے تعزیت کے لیے آنے والے مہمانوں نے وزٹر بک میں اپنے تعزیتی کلمات قلم بند کیے۔

# یادِ فاروقیؒ

بانی مدیر انجینئر مختار فاروقی مرحوم و مغفور کی یاد میں ایک بھرپور خصوصی شمارہ کی اشاعت (نومبر 2021ء) کے بعد بھی کچھ حضرات ان سے متعلق اپنی تحریریں ارسال کررہے ہیں۔ ادارہ نے مرحوم کی یادوں سے متعلق تحریروں کے لیے چند صفحات مقرر کیے ہیں جن میں وقفہ وقفہ سے ان کو شائع کیا جائے گا۔ اِن شاء اللہ

## 11 پروفیسر خلیل الرحمٰن
ٹوبہ ٹیک سنگھ

مختار فاروقی مرحوم دارِفانی سے کوچ کرکے دارالبقا کی جانب چل دیے۔ اب وہ واپس نہیں آئیں گے لیکن ان کی یادیں ہمارے ساتھ رہیں گی۔ کہیں جانا ہو، کوئی پروگرام ہو تو ناچیز کو آگاہ فرماتے بلکہ رفیقِ سفر بننے کی دعوت دیتے لیکن اب کی بار یہ کیسا سفر تھا کسی کو بھی نہیں بتایا اور اس سفر پر روانگی کی کوئی علامات بھی نظر نہ آئیں، داعیٔ اجل کی پکار پر لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ کی طرف مراجعت فرمائی۔ اپنی 71 سالہ دنیوی زندگی میں دنیوی امور کے مقابلے میں دینی ذمہ داریوں کو ترجیح دی۔ تربیت اولاد کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت وتبلیغ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ تنظیم اسلامی کے رفیق کی حیثیت سے نظم کی پابندی ایک قابل تقلید مثال تھی۔ پھر انجمن خدام القرآن جھنگ کا آغاز، بلڈنگ کی تعمیر جیسے کام اتنی تیز رفتاری سے کم خرچ بالانشین اور نہایت ایمانداری سے کیے شاید اس کی کوئی اور مثال نظر نہ آئے۔ اسی انجمن کے تحت ترجمہ قرآن، فہم قرآن کلاسز، مختلف مواقع پر تقریبات، تعلیمی اداروں

کے طلبہ تک رسائی، دینی پروگراموں میں شرکت کی دعوت جیسے امور تسلسل کے ساتھ جاری رکھے۔ آئندہ کے کئی منصوبے جو ابھی تشنہ تکمیل ہیں۔ دورِ حاضر میں امت مسلمہ کی زبوں حالی سے مایوسی اور ناامیدی کا اندھیرا چھا جاتا ہے اس ماحول میں مرحوم کی حکمت بالغہ کی تحریریں جہاں مغرب خصوصاً یہودیوں کی سازشوں کو بے نقاب کرتی ہیں وہاں مستقبل قریب میں خوش کن امیدوں کی روشنی بھی دیتی ہیں۔اس سلسلے میں تعلیم کے شعبے میں ان کے مشورے نہایت اہم اور مفید ہیں۔ان کے نزدیک کلامِ اقبال خصوصاً فارسی زبان میں علامہ اقبال کی شاعری امت مسلمہ کے فکر وعمل کے لیے بہت بڑی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔لیکن ہماری اکثریت فارسی زبان سے نابلد ہے۔ترجمہ سے بات نہیں بنتی۔کیا ہی اچھا ہو کہ انجمن خدام القرآن جھنگ فارسی زبان کی گرامر سکھانے کا کوئی جامع پروگرام بنائے۔مرحوم فاروقی صاحب نے کبھی کتاب فارسی کی ایک فوٹو کاپی مجھے مہیا کی تھی جو کہ پرانے رسم الخط (ٹائپ کا نمونہ) میں ہے۔مرحوم اس کتاب کو جدید اردو رسم الخط میں پرنٹ کروانے کا ارادہ رکھتے تھے۔مناسب ہوگا کہ فارسی گرامر کے لیے انجمن کے تحت خط وکتابت کورس کا آغاز کیا جائے۔محترم فاروقی صاحب کے لگائے گئے گلشن کی خوشبو پورے ملک میں پھیل رہی ہے۔ناچیز کو سیف الملوک کا یہ شعر یاد آرہا ہے:

ؔ اس گلشن دا حال کی دساں ٹر گیا جس دا مالی
پھل بوٹے کملا جاندے نیں جے نہ ہووے رکھوالی

اب تو ان کی یاد اداس کر رہی ہے۔ملاقات کی تمنا ہے مگر کیسے پوری ہوگی؟ اب ناچیز کی خیریت دریافت کرنے کے لیے ان کا فون نہیں آئے گا۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، ان کے لگائے ہوئے اس گلشن کی حفاظت فرمائے۔اور تشنہ تکمیل منصوبوں کی تکمیل میں انجمن کے ذمہ داران خصوصاً صدر انجمن عبداللہ اسماعیل کو خصوصی توفیق سے نوازے۔آمین

## 12 پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی
دربار حضرت سلطان باہو۔ضلع جھنگ

بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجلّہ کا یادِ فاروقی نمبر اس عاجز کی طرف بھیجا ہے۔انجینئر مختار فاروقی کی وفات سے دینی امور و بالخصوص ترویج قرآن حکیم کے امور میں بہت بڑا خلا آیا

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت انہیں عطا ہو۔ آمین۔ میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اربابِ علم، اساتذہ وطلباء آج کل تفہیم قرآن حکیم کو زیادہ سے زیادہ توجہ دیں۔ قرآن و حدیث، سیرتِ نبوی ﷺ میں ہی اصل اسلام ہے۔ اس کے ساتھ اقبالیات کی تعلیم کو بھی عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اقبالیات تمام کی تمام قرآن سے اخذ شدہ ایسی تعلیم ہے جس سے اتحاد بین المسلمین کا درس ملتا ہے۔ قرآن اکیڈمی ومجلّہ مذکورہ کے مدیران و منتظمین کو میری طرف سے سلام و نیاز ہوں۔ آمین

## 13 قرۃ العین خان
سینئر رفیق تنظیم اسلامی، لاہور

تنظیم اسلامی پاکستان کا سرمایۂ افتخار، اقبال اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی دینی وعمرانی فکر کا امین، درویشانہ وقلندرانہ مزاج کا حامل، سادگی، منکسر المزاجی، سنجیدگی و متانت کی تصویر، موجودہ دور کا بہترین مصنف ومقرر، علم تاریخ وجغرافیہ کے استاد، تخلیقی ذہن رکھنے والی ہمہ جہت شخصیت تحریک خلافت پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور انجمن خدام القرآن وقرآن اکیڈمی جھنگ کے بانی وصدر انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب مورخہ 13 ستمبر 2021ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ کافی دنوں سے میں اپنے محسن ومربی کے بارے میں لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا پر پھر رکھ دیتا ماضی کے بہت سے واقعات کو ذہن میں مجتمع کرکے آپ کی رحلت سے ایک روز قبل بھی لکھنا چاہا پر نہ لکھ سکا۔ شاید فاروقی صاحب کو واقعتاً ماضی کے جھروکوں سے ہی دیکھنا مقصود تھا۔ ع ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

تنظیم میں شمولیت کے ابتدائی دور میں ایک بار سالانہ اجتماع کے موقع پر چند نوجوان رفقا کے ہمراہ فاروقی صاحب سے ملاقات ہوئی تو آپ نے حال احوال دریافت کرنے کے بعد نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے حوالے سے رکوع وسجود میں طمانیت وتعدیل کی طرف توجہ دلائی اور صلوٰۃ اللیل کے اہتمام کرنے کی نصیحت فرمائی۔ مجھے اس وقت یہ احساس ہوا کہ ہمارے اکابر کو ہماری اُخروی کامیابی کی کتنی فکر ہے۔ تنظیم میں تزکیۂ نفس پر توجہ کی کمی کا گلہ کرنے والوں نے کبھی اپنے ان بزرگوں سے تعلق استوار نہیں کیا اور تزکیۂ نفس کے لیے تنظیم سے باہر خانقاہیں ڈھونڈتے رہے۔ آج بھی رکوع وسجود کرتے ہوئے مجھے اپنے مربی کی نماز میں خشوع وخضوع کی

نصیحت یاد آتی ہے۔ ایک بار سیکرٹری تحریک خلافت محترم جناب عبدالرزاق صاحب کے ہمراہ قرآن اکیڈمی جھنگ جانے کا اتفاق ہوا تو ایک دن اور رات جناب مختار حسین فاروقی صاحب مرحوم کی صحبت میں گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی اپنی ڈیزائن کردہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی جامع مسجد میں آپ کا خطاب جمعہ بھی سنا اور بعدازاں قرآن اکیڈمی جھنگ کے مختلف شعبوں کو بھی دیکھنے کا موقع ملا جس سے مرحوم کے علمی ذوق وشوق کا اندازہ ہوا کہ ایک اکیلا تنہا شخص مختصر سے سٹاف کے ساتھ اتنا بڑا ادارہ کیسے چلا رہا ہے۔ ایک اعلیٰ علمی و دینی مجلّہ ماہنامہ حکمت بالغہ آپ کی علمی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اگر آپ نے کسی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنی ہو تو اس کے ساتھ کچھ وقت گزار کر دیکھ لیں یہی ہمارے اسلاف کا طرزِ عمل رہا ہے۔ چنانچہ ''ایک دن فاروقی صاحب کے ساتھ'' نے میرے دل میں ان کی قدر و منزلت اور مقام میں بے پناہ اضافہ کر دیا۔ میں نے جب کبھی کسی پروگرام میں آپ کو مدعو کیا تو آپ نے بہت محبت کے ساتھ دعوت قبول کرتے ہوئے شرکت فرمائی۔ بانیٔ تنظیم کی طرح فاروقی صاحب بھی ان خوش نصیب رہنماؤں میں سے ہیں جن کی اولاد اعلیٰ تعلیم یافتہ نیک، باعمل اور تحریکی سفر میں ان کے ساتھ شامل رہی اور ان کے لیے ان شاء اللہ العزیز آئندہ بھی صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور بربنائے بشر ان سے ہونے والی تمام خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں بھی ان کے جذبہ عمل کا کچھ حصہ عطا فرمائے۔ آمین

## 14 پروفیسر مہر غلام سرور
جھنگ

عبداللہ ابراہیم، عبداللہ اسماعیل اور دور و نزدیک کے عزیز و اقارب کو دلی تعزیت کرتا ہوں۔ موت برحق ہے جانا تو ایک نہ ایک دن سب کو ہے مگر بعض موتیں گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔ فاروقی مرحوم کے بعد اکیڈمی کا نظام چلتا رہے گا (ان شاء اللہ) مگر ان کے اچانک داغِ مفارقت کا خلا عرصہ دراز تک پر نہیں ہو سکے گا۔ رحلت سے تین چار دن پہلے میری مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے، دس پندرہ منٹ تک وہاں رہے صحت یابی کی دعا کی اور چل دیے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر روشن کرے۔ ''قبر جہناں دی بولے باہو'' مرحوم کی قبر کا ہمارے لیے یہی ابدی پیغام ہے:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں　　　سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

میں ان کو طالب علمی کے زمانہ سے جانتا ہوں ان کے بڑے بھائی محمد حسین مرحوم جبکہ میں محکمہ تعلیم میں شروع میں ملازم تھا تو مرحوم اور بندہ ایک ہی گھر کے رہائشی تھے بہت صالح اور نیک انسان تھے۔ میں انجمن خدام القرآن سے ابتدا ہی سے وابستہ رہا ہوں۔ فاروقی مرحوم کے دروس کی ابتدا ملت کالج سے ہوئی اور میں باقاعدگی سے ان میں شریک ہوتا رہا۔ انجمن خدام القرآن اور موجودہ قرآن اکیڈمی کی جہاں عمارت کھڑی ہے ان کا افتتاح ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے فرمایا اور بندہ موجود تھا قرآن اکیڈمی کی موجودہ عمارت جس تیزی اور خوب صورتی سے وجود میں آئی یہ غالباً فاروقی مرحوم کی انجینئرنگ کا شاہکار ہے۔ مرحوم عمر میں مجھ سے چھوٹے مگر علم و حکمت، فراست، دور اندیشی، حکمت و معاملہ فہمی، خطابت میں بہت آگے تھے۔ آپ کی تصنیفات میرے لیے عظیم سرمایہ ہیں۔ ہوسکتا ہے میرے بعد میرے پسماندگان میں سے کوئی ان کی ورق گردانی کر بیٹھے کیونکہ وہ تمام تقریباً پڑھے لکھے ہیں۔

زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ سیدنا عثمان غنی فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے لیے پیدا کیا ہے اور تو غیروں کا بننا چاہتا ہے موت زندگی کے لیے ڈھال ہے۔

پل بھر میں بدلتے نصیب دیکھے　　　صبح کے حکمران شام کو اسیر دیکھے

ہمیں چند گھڑیاں زندگی کی مستعار ملی ہیں کیوں نہ ان کو قرآن وسنت کے مطابق بسر کیا جائے۔ فاروقی مرحوم کی زندگی ہمارے لیے نوشتۂ دیوار ہے:

گر تو می خواہی مسلمان زیستن　　　نیست ممکن جزبہ قرآن زیستن

ہم ہر روز قبر و قیامت کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں مگر دنیا داری کی بھیڑ میں ان کو بھول بیٹھے ہیں:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

بنائے کیسے کیسے بت خدا نے　　　باقی کچھ نہ چھوڑا دستِ قضائے
محلات شکستہ نوحہ خواں ہیں　　　پچھلے سال کی برفیں کہاں ہیں

اب تھوڑا سا ذکر موجودہ حکومت کا ہوجائے۔ یہ سود لے بھی رہی ہے دے بھی رہی

ہے۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف کھلا اعلانِ جنگ ہے۔ ہوسِ اقتدار و مال و دولت کی اندھی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ عوام روز افزوں مہنگائی کے ہاتھوں کچلے جا رہے ہیں۔ حکمران گونگے بہرے ہو چکے ہیں۔ ہمارے اسلاف کی تاریخ تو ہے کہ اگر دریائے نیل کے کنارے کوئی بھوکا پیاسا کتا بھی مر گیا تو حکمرانِ وقت پکڑا جائے گا۔ مدینہ سٹیٹ کی دعویدار حکومت کیا نقشہ پیش کر رہی ہے ہر ہفتے مہنگائی کا نیا تحفہ عوام کو دے دیا جاتا ہے۔ مقامِ عبرت تو یہ ہے کہ عبرت کوئی پکڑتا نہیں۔

مرحوم کا آخری پیغام ہمارے لیے:

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا — فریب سود و زیاں لا الٰہ الا اللہ

یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند — بتانِ وہم و گماں لا الٰہ الا اللہ

## 15 مولانا عبدالقہار

مہتمم جامعہ دارالعلوم درویشیہ گجرات (ضلع مردان)

حکمت بالغہ کے بانی مدیر، انجمن خدام القرآن جھنگ کے صدر مؤسس، تحریک خلافت پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور تنظیم اسلامی پاکستان کے مرکزی رہنما انجینئر مختار فاروقی صاحب کی اچانک موت کا سن کر اور پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ ان کے ساتھ کئی عرصہ سے تعلق رہا، حکمت بالغہ کا شمارہ مستقل طور پر اعزازی ارسال کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ صاحبان بھی ان کا یہ صدقہ جاریہ عمل جاری و ساری رکھیں گے۔ نیک تمناؤں کے ساتھ آپ کے لیے دعا گو ہیں اور ہمارا ادارہ آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

## 16 مولانا سیّد علی شاہ حقانی

جامعہ لغۃ القرآن کانگڑہ، تحصیل شبقدر ضلع چارسدہ

راقم، ماہِ ستمبر 21ء...... میں ایک ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں شدید زخمی ہوا تو تنظیمی و تدریسی مصروفیات معطل ہوئیں، یہی وجہ ہے کہ انجینئر مختار فاروقی کی رحلت کی خبر بروقت نہ ہوئی۔ تاہم ہسپتال میں زیر علاج تھا کہ اس اندوہناک خبر سے مطلع ہوا۔ مرحوم سے باضابطہ کوئی ملاقات تو نہ ہو سکی تاہم بذریعہ فون رابطہ ضرور ہوا تھا حضرت کو ان کی تحاریر سے پہچانا۔ انھوں نے قرآن اکیڈمی اور ماہنامہ حکمت بالغہ کے ذریعے جس اخلاص سے اُمت مسلمہ کا ضمیر جگانے کی

کوشش کی وہ لائق تحسین ہے۔ ہم نے ایک باضمیر، محبّ وطن اور داعی الی القرآن کو کھویا۔ شاید اس طرح کے عظیم لوگ صدیوں میں ملیں۔ تاہم قرآن اکیڈمی اور حکمت بالغہ ان کو ہمیشہ ہمارے درمیان زندہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی وملّی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور انھیں بہترین جنت سے مالا مال کرے اور ان کے جاری کردہ گلشن قرآن کو صبح قیامت تک قائم و دائم رکھے۔ تنظیم تحفظ حیاء اور جامعہ لغۃ القرآن کے تمام اراکین حضرت کے متعلقین، حکمت بالغہ کی پوری ٹیم، دوست واحباب اور بالخصوص لواحقین کے ساتھ تعزیت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

## 17 مولانا محمود الرشید حدوٹی

مدیر اعلیٰ ماہنامہ آبِ حیات لاہور

انجینئر مختار فاروقی صاحب اس جہان میں نہیں رہے، وہ اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گئے ہیں جہاں جانے کے بعد کوئی واپس نہیں آیا، وہ قرآن اکیڈمی جھنگ کے روح رواں تھے، ان کی زیر ادارت ماہنامہ حکمت بالغہ شائع ہوتا تھا، جس میں انقلابی اور اثر انگیز مضامین شائع کیے جاتے تھے، ان کے میگزین میں علامہ اقبال کی شاعری اور انقلابی تحریروں کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی تھی، انہوں نے اپنی نگرانی میں حکمت بالغہ کے کئی نمبرات شائع کیے، گزشتہ ماہ جب حکمت بالغہ ڈاک سے ملا تو اس وقت یہ خبر روح فرسا پڑھنے کو ملی کہ حکمت بالغہ کے روحِ رواں انجینئر مختار فاروقی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، جسے پڑھ کر صدمہ سے دوچار ہوا، جی چاہتا تھا کہ میں ان کے بارے میں کچھ لکھوں گا مگر سوچتے سوچتے اتنا وقت گزر گیا کہ حکمت بالغہ کی انتظامیہ نے ان کی یاد میں عظیم الشان ''یادِ فاروقی نمبر'' شائع کر دیا۔ الحمد للہ

پیش نظر حکمت بالغہ کے خاص شمارے میں میگزین کے مرحوم مدیر کے بارے میں معلومات افزا مضامین اور تحریریں پیش کی گئی ہیں، ڈھائی سو صفحات پر مشتمل اس میگزین میں ان کی زندگی کے تمام نشیب و فراز تو نہ سموئے جا سکے لیکن زیادہ تر معلومات اور ان کی رفتار کار سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ حکمت بالغہ کے خاص نمبر کا اداریہ مرحوم مدیر کے بیٹے جناب عبداللہ اسماعیل صاحب نے تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے اپنے مہربان والد کی زندگی کے خفیہ گوشوں پر روشنی ڈالی ہے،

مرحوم کی بیٹی نے بھی اپنے والد اور ان کی بہو نے بھی ایک تصوراتی خط اپنے سسر کے نام لکھ کر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ حکمت بالغہ کا خصوصی شمارہ ''یادِ فاروقی نمبر'' اپنے سابقہ نمبرات کی طرح بہت ہی دلکش اور دلچسپ ہے۔ حکمت بالغہ کی خوبی یہ ہے کہ یہ سادہ میگزین ہے مگر اس میں معنویت بہت زیادہ ہوتی ہے، اس میں جاندار اور شاندار تحریریں پیش کی جاتی ہیں، مرحوم کے بارے میں بھی ان کی زندگی کے خفیہ پہلوؤں کو احسن انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اس خاص میگزین کے ۲۵۲ صفحات ہیں، نیوز پیپر پر شائع کیا گیا ہے، اس کی قیمت ۲۵۰ روپے ہے۔

**18** عبداللہ ابراہیم بن مختار حسین فاروقی
جھنگ (قسط نمبر 4)

ع پھر اس کے بعد ابد تک فنا کا خوف نہیں

61۔ بامقصد شاعری والد صاحب کو پسند تھی۔ شروع میں جو ماہانہ تربیت گاہیں ہوتیں اس میں فیض احمد فیض کی مقصد سے لگن اور محنت سے متعلق چند اشعار نصاب کا حصہ ہوتے اور خود وہ اس کی تشریح کرتے۔ بعد میں وقت کی کمی کی وجہ سے اِن اشعار کو نصاب سے ختم کر دیا گیا۔

ے واپس نہیں پھیرا کوئی فرمان جنوں کا
تنہا نہیں لوٹی کبھی آواز جرس کی
خیریت ِجاں، راحت ِتن، صحت ِداماں
سب بھول گئیں مصلحتیں اہل ہوس کی

ے اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے وہ گزری
تنہا پسِ زنداں، کبھی رسوا سرِ بازار
گرجے ہیں بہت شیخ سرِ گوشِ منبر
کڑکے ہیں بہت اہلِ حکم بر سرِ دربار

ے چھوڑا نہیں غیروں نے کوئی ناوکِ دشنام
چھوٹی نہیں اپنوں سے کوئی طرزِ ملامت
اس عشق، نہ اس عشق پہ نادم ہے مگر دل
ہر داغ ہے اس دل میں بجز داغ ندامت

62۔ لوگ عموماً دینی پیشرفت میں سست روی اور اجتماعی طور پر اہداف حاصل نہ ہونے کا گلہ کرتے مگر والد صاحب فرماتے کہ ہم تو اللہ کے دیہاڑی پر کام کرنے والے مزدور ہیں، جو بھی دن لگ گیا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے کام پر لگائے رکھا اور اس کی مزوری پکی ہوگئی۔

63۔ ہمارے دادا جان (لال دین مرحوم) عالمِ دین تھے اور لاہور سمیت مختلف علاقوں میں بطور خطیب خدمات سرانجام دیں۔ تاہم والد صاحب 9 ویں کلاس میں تھے کہ وہ انتقال کر گئے۔ اس لئے والد صاحب کی زندگی ابتدا اور خصوصاً اس وقت سے انتہائی ذمہ داری اور محنت کی تھی۔

64۔ فیض اللہ صاحب (حال مقیم جدہ) تنظیم اور انجمن کے ابتدائی دنوں میں والد صاحب کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ان دنوں میں وہ سمن آباد کے علاقے میں سیر کے لئے جاتے اور اگر سامنے سے کوئی خاتون آ رہی ہوتی تو والد صاحب راستہ بدل کر سڑک کے دوسری طرف ہو جاتے۔ تاکہ نظروں کی حفاظت رہے۔

65۔ والد صاحب انجمن اور تنظیم کے ابتدائی دنوں میں کام کرنے والے لوگوں کا حصہ تھے جن میں قمر سعید قریشی صاحب، نسیم الدین خواجہ صاحب وغیرہ شامل تھے۔ خود ذکر کرتے کہ ہم لوگوں کی دن میں کئی دفعہ ملاقات ہوتی اور اگر کسی دن ملاقات نہ ہو پاتی تو کمی محسوس ہوتی۔

66۔ گھر میں والد صاحب نے شروع سے ہی شرعی پردے کو نافذ کرنے کی کوشش رکھی۔ خاندان کے بعض افراد نے شروع میں اس کو سنجیدگی سے نہیں لیا مگر آہستہ آہستہ یہی معمول بن گیا اور ابھی تک قائم ہے۔ اس معاملے میں والد صاحب رخصت کی بجائے عزیمت اور سخت رویے کے قائل تھے۔

67۔ والد صاحب نے اصول رکھا کہ خواتین بازار نہیں جائیں گی۔ اگر کوئی چیز لینے کے لئے جانا بھی پڑے تو وہ گاڑی ہی میں بیٹھی رہیں گی اور اشیاء دکان سے لا کر گاڑی ہی میں دکھا دی جائیں گی۔ اس اصول کے فوائد ہم نے محسوس کئے۔ تاہم افسوس کہ ہم اس معیار کو اب اگلی نسل میں قائم نہیں رکھ سکے۔

68۔ بازار سے کھانے کی پکی پکائی اشیاء منگوانا یا بازار جا کر کھانا والد صاحب کو ناپسند تھا اور کسی مجبوری میں ہی اس کو اختیار کرتے تھے۔

69۔ والد صاحب ہمیشہ سر ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ گھر سے باہر شاید ہی کسی نے ان کو کبھی ننگے سر دیکھا ہو۔ بال کٹوانے کے لیے بھی دکان پر نہیں جاتے تھے اور ساری زندگی یہی معمول رہا کہ بال کاٹنے والا گھر آ کر بال کاٹ دیتا تھا۔

70۔ اپنے مقصد کی لگن تھی اور اس کے لئے کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے۔ علماء کرام سے رابطہ رکھتے اور ان کی تنقید برداشت کرتے۔ علماء کو اپنے پروگرام میں مدعو کرتے اور بعض اوقات وہ علماء ان کی فکر سے بالکل مختلف بات تقریر میں کر دیتے۔ تاہم ان کا احترام کرتے اور اگلی کسی دفعہ دوبارہ مدعو کر لیتے۔

71۔ جب ڈاکٹر اسرار صاحبؒ نے اپنی جانشینی کے لئے مشاورت کا آغاز کیا تو 6 افراد میں والد صاحب کا بھی نام تھا۔ والد صاحب نے نذر مانی کہ اگر میں منتخب نہ ہوا تو اتنا صدقہ کروں گا۔ اور پھر بعد میں وہ صدقہ ادا کیا۔ (جاری ہے)

## معراج

دے ولولۂ شوق جسے لذّتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرّہ مہ و مہر کو تاراج!
مشکل نہیں یارانِ چمن! معرکۂ باز
پُرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ دُرّاج
ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریّا
ہے سرِّ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج
تو معنیِ وَالنّجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

(کلیاتِ اقبال
ضربِ کلیم)

# فِی مَدحِ النَّبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

## شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ اشعار پر تضمین

زیں کہکشاں تا لا مکاں
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
ہمہ نور کرد ایں خاکداں
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
خُلقش ہے قرآن گشت
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
با ربّ چوں باشی ہم زباں
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

سر لامکان سے طلب ہوئی
سوئے منتہیٰ وہ چلے نبیؐ
کوئی حد نہ ان کے عروج کی
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
رُخِ مصطفٰے کی یہ روشنی
یہ تجلیّوں کی ہما ہمی
کہ ہر ایک چیز چمک اُٹھی
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
یہ کمالِ خُلق محمدی
کہ ہر اک پہ چشمِ کرم رہی
سر حشر نعرہ اُمتی
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
مرا دین عنبرِ وارثی
بخدا ہے عشقِ محمدیؐ
مرا ذکر و فکر ہے بس یہی
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَالِہٖ

بسلسلہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

# مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ
## کی مطبوعات

الحمد للہ

| | |
|---|---|
| خیریت تعلّم و تعلیم قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں | 16/- |
| جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال (100) (1910ء۔2010ء) | 240/- |
| یاجوج ماجوج؟ | 350/- |
| 21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ اوّل) | 120/- |
| 21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ دوم) | 130/- |
| 21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ سوم) | 120/- |
| 21 اسلامی انقلابی شخصیّات (مکمّل) | زیرِ طبع دوم |
| صہیونیّت قرآن مجید کے آئینے میں | 550/- |
| 10 علاماتِ قیامت حدیث مبارکہ کی وضاحت | 165/- |
| اُمتِ مسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو میں اہلِ قلم کا رول | 50/- |
| درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟ | 120/- |
| تعمیرِ سیرت و کردار | 450/- |
| قرآن مجید کے حقوق | 40/- |
| بھارت اور پاکستان کے مابین مذہبی، سیاسی اور نفسیاتی کشاکش کا انجام؟ | 65/- |
| بصری مشاہدہ و نظری حقیقت | 170/- |

Vol 16
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
FEBRUARY 2022
No 02

## فکرِ فاروقیؒ

مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کی اصل وجہ مسلمانوں کی یک جہتی (UNION) اور اتّحاد کا فُقدان ہے اور ساٹھ سے زیادہ مُسلم اکثریّت کے ممالک ہونے کے باوجود کسی اجتماعیّت کا خیال بھی نہیں آتا اور یہ ممالک پہلے مغربی طاقتوں کے زیر اثر اپنے ذاتی مفادات کے لیے آپس میں لڑتے ہیں اور پھر اپنے تنازعات UNO میں لے جاتے ہیں (جبکہ قرآن مجید میں حکم ہے کہ وہ اپنے معاملات آسمانی ہدایت کے تحت قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کریں) اور UNO ایسی بے ضمیر لوگوں کی صہیونیّت کی غلام اجتماعیّت ہے کہ جہاں انصاف کا 'خون' کرکے پانچ اسرائیل نواز حکومتوں کو VETO کا حق دیا گیا ہے جس سے 'صلیبی ایجنڈے' کے حق میں انتہائی جانبداری کی بُو آتی ہے ایسے ماحول اور ادارے میں UNO کے تحت ماضی کے ستر سالوں میں بھی اور آئندہ قیامت تک بھی کسی مسلمان قضیئے پر مسلمان ممالک کو انصاف ملنے کی توقع سراسر عبث ہے۔

مسئلہ کشمیر آج تک حل نہ ہوسکا۔ نہ معلوم کیا رکاوٹ اور مغربی طاقتوں (اور اسرائیل) کی بھارت سے کیا رشتہ داری اور شراکت ہے کہ وہ اس کو انصاف کے کٹھرے میں نہیں لا سکتے۔ یہ بات تو جب 'UNO' کا دور ختم ہوگا اور کوئی 'واقعی' نیا نظام آئے گا اسی وقت ظاہر ہوسکے گی اور جب بھی یہ بات کھلے گی سوائے UNO کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ارکان کی جانبداری اور بد دیانتی کے کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ امریکہ کی 57 ریاستیں ہیں اور USA میں حرف 'U' 'UNITED' کا مُخَفَّف ہے، یورپ کے ممالک نے مل کر یورپی یونین بنالی ہے۔ کیا مُسلم اکثریّت کے 60 ممالک اپنی UNION نہیں بنا سکتے تاکہ اپنے مفادات کا تحفّظ ہی کیا جائے۔ مگر افسوس کہ یہ بات ہمارے حکمرانوں کے خواب وخیال میں بھی نہیں۔ OIC کا ادارہ موجود ہے مگر مغربی طاقتوں کا 'حکم' ہے کہ اس کو 'فعّال' نہ کرو، لہٰذا ہم 'غلام' لوگ مغربی طاقتوں کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

مسلمانوں کی کوئی اجتماعی قیادت وجود میں آجائے تو یہ موجود غاصب حکمرانوں میں سے اکثر کے لیے چونکہ موت کے مترادف ہے لہٰذا ان کی خواہش یہی ہے (اور مغربی طاقتوں کی DICTATION بھی یہی ہے) کہ مسلم ممالک کے 'اتحاد' کا نام بھی نہ لو۔ لہٰذا مستقبل قریب میں بھی اُمت مسلمہ کے حالات پر رونے، آنسو بہانے اور ماتم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

(حکمت بالغہ مارچ 2016ء)